İSLÂM ÜLKELERİ SEFERNAMESİNDE KAHİRE VE İSTANBUL'UN İMAJI

Ayman Abdelhalim Mostafa AHMED[*]

د. أیمن عبدالحلیم مصطفی أحمد*

Öz: Bu çalışma 1898 yılında Hafız Abdül Rahman Amritsari'nin Kahire, İstanbul ve Doğu Akdeniz ülkelerine seyahatleri hakkındadır. Hafız Abdül, Mısır ve Türkiye'deki sosyal, ekonomik, idari, eğitimsel, mimari ve gelenek-göreneklerin kapsamlı bir resmini sunmuştur.

Bu yolculuğun önemli olmasının sebebi, İslâm ülkelerinin önemli bir tarihsel süreçten geçtiği dönemde yazılmasıdır. Hindistan, Mısır ve Türk bilim adamları arasındaki ilişkileri açıklayarak, bilgi aktarma girişimleriyle insanları bir araya getirir.

Araştırmacı, bu dönemde Kahire ile İstanbul arasındaki farklılıkları belirlemek için tanımlama ve karşılaştırma yöntemini kullanmış, her bir şehrin karakteristik özelliklerini anlatarak, yolculuklarını diğer şehirler ile karşılaştırmıştır. Ek olarak bu zaman diliminde yazılan güncel tarihsel kaynaklardan bazı olayları belgelemiştir. Yolculuk kavramını ve Urdu edebiyatındaki gelişimini tanıtmak için Arapça, Urduca ve Türkçe kaynaklar kullanmıştır.

Anahtar Kelimeler: İstanbul, Kahire, Hafız Abdül Rahman Amritsari, Mısır, Türkiye, Sefername.

THE IMAGE OF CAIRO AND ISTANBUL IN "A JOURNEY TO ISLAMIC COUNTRIES"

Abstract: This study is about the journey of Hafiz Abdul Rahman Amritsari, which he undertook in 1898, during which he visited Cairo, Istanbul and the Levant. He presented a comprehensive picture of the social, economic, administrative, educational, architectural, customs and traditions in Egypt and Turkey.

[*] Okutman, Doğu Bilimleri, Urdu Dili ve Edebiyatı, Edebiyat Fakültesi, Ain Şams Üniversitesi, Mısır.

* اورینٹل لینگویجز، شعبہ اردو زبان وادب- فیکلٹی آف آرٹس-عین شمس یونیورسٹی- مصر

The importance of this journey comes from the fact that it was written in an important historical period in the history of the Islamic countries. It expresses the relations between the scientists of India, Egypt and Turkey, and the attempts to transfer knowledge and bring people together.

The researcher used the comparative descriptive method to determine the differences between Cairo and Istanbul in that period and what is the characteristic of each city from the other according to the journey. In addition to the documentation of some of the events from contemporary historical sources written in that period of time. It depends on a number of Arabic, Urdu and Turkish references to introduce the concept of journey and its development in the Urdu literature.

Keywords: Istanbul, Cairo, Hafiz Abdul Rahman Amritsari, Egypt, Turkey, Journey.

سفرنامہ بلاد اسلامیہ میں قاھرہ اور استنبول کی تصویر نگاری

خلاصہ: یہ تحقیق حافظ عبدالرحمن امرتسری کے سفر نامے سے متعلق ہے، اور یہ سفر انہوں نے 1898ء میں اختیار کیا تھا، جس کے دوران وہ قاہرہ، استنبول اور شام گ ئے، اور مصر و ترکی کے معاشرتی، اقتصادی، ادارہ جاتی اور تعلیمی احوال کے ساتھ ساتھ عمارت سازی کے فن اور ان کے رسم و رواج پر بھی سی حاصل گفتگو کی ہے۔ اس سفر نامے کی اہمیت اس ل ئے بھی دوچند ہو جاتی ہے کہ یہ اسلامی ممالک کی تاریخ کے اہم ترین عہد میں لکھا گیا ہے، اور اس میں انہوں نے مصر ترکی اور ہندوستان کے علماء کے باہمی تعلقات پر بھی روشنی ڈالی ہے ، اور ان کوششوں کو بھی موضوع بحث بنایا ہے، جو ان اقوام کو باہم قریب کرنے کے لئے بروئے کار لائی جارہی تھیں۔ تحقیق نگار نے اس تحقیق میں بیانی (وصفی) اور موازنہ جاتی اسلوب اختیار کرتے ہوئے قاہرہ اور استنبول کے مابین فرق اور ان کی مابہ الامتیاز خصوصیات کو اجاگر کیا ہے، اس کے علاوہ اس عہد کے تاریخی مآخذ کو سامنے رکھتے ہوئے بعض واقعات کی توثیق (تصدیق) بھی کی ہے۔ اور عربی، ترکی اور اردو حوالوں کی روشنی میں سفر نامے کے مفہوم اور اردو ادب میں اس کے ارتقا کو بھی واضح کیا ہے۔

کیوورز: استانبول، قاہرہ، حافظ عبدالرحمن امرتسری، مصر، ترکی، سفر نامہ

مقدمہ

حرکت زندگی کا استعارہ ھے، بلکہ روح حیات ھے اور انسان حرکت و نقل پذیری کو پسند کرتا ھے اور پھر وہ عقل جیسي نعمت سے محظوظ ہو کر اپنے اسباب زندگی کی تلاش میں وہ ہر دم آمادہ نقل وحرکت رھتا ھے۔ سفر کی بہت ساری اقسام ہیں جیسا کہ علم کا سفر، اپنے وطن ہی کے مختلف حصوں کا سفر؛ جس میں ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے یا گاؤں سے شہر وغیرہ شامل ہوتے ہیں، اس کے علاوہ ایک ملک سے دوسرے ملک کے سفر کے ساتھ ساتھ پوری کائنات تک کو بھی سفر کا دائرہ پھیل جاتا ہے۔ اور اگر دیکھا جائے تو ھی اس کی تخلیق کا ھدف ھے کہ زمین کو آباد کرتے ھوئے خالق حیات کے آگے سرنگوں ھو جائے[2]۔

تاریخی اور ادبی کتب اس بات کی طرف جابجا اشارہ کرتی ھیں کہ انسان کبھی سفر وحرکت سے رُکا نھیں ھے بلکہ اس زندگی کا آغاز ھی سفر سے ھوتا ھے چنانچہ ماں کے بطن سے زمین کی آغوش کو اس کا سفر اور پھر زمین کے ایک کونے سے دوسرے کونوں تک کا سفر اور آخر میں اس عالم موجودات سے باطن ارضی کا سفر اور پھر عالم ارواح کو اس کا سفر۔ سب اس کے سفر کا حصہ ھی تو ھے۔ چنانچہ سفر نامے کا اصل مدعا اسی حرکت وانتقال کو بیان کرنا ہے جسے وہ سفر کے دوران اختیار کرتا ہے اور اسی وجہ سے وہ سکون کے اوقات کا ذکر نہیں کرتا ہے۔[3].

19 ویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں دنیا نے عالم اسلامی میں بھت بڑی تبدیلیاں دیکھیں کہ جب استعمار کے پنجوں نے بلاد اسلامیہ کو جکڑا اور خلافت کے سقوط کی ابتدا ھوئی اور قومیت اور وطنیت کے نعرے بلند ھونے لگے تو اس عرصے میں وحدت امت کا تصور بھی جاگا۔ اور کئی سیاح اور سفر نامہ نگار اسی غرض سے مختلف اسلامی ممالک کا سفر کرتے تھے تاکہ حالات سے آگاھی ھو سکے چنانچہ مکہ، مدینہ مصر اور ترکی کی طرف سفر کئے جاتے تھے جن کی اغراض اور اھداف مختلف ھو سکتے ھیں لیکن مکہ اور مدینہ چونکہ عالم اسلامی کا قبلہ ھے اور مصر علم و تعلم کا مرکز تھا اور ترکی چونکہ خلافت اسلامیہ کا دار الخلافت تھا اس وجہ سے ان خطوں کی طرف سفر کئے جاتے تھے۔

[2] مزید جاننے کے لیے دیکھئے: فؤاد قنديل، أدب الرحلة في التراث العربي، الدار العربية للكتاب ، القاهرة ، ط2، 2002، ص17-18؛ محمد بن سعود بن عبد الله، موسوعة الرحلات العربية والمعربة والمخطوطة والمطبوعة، الفاروق للطباعة والنشر، القاهرة، 2007، ص4-5.

[3] مزید جاننے کے لیے دیکھئے، ناصر عبد الرازق الموافي، الرحلة في الأدب العربي حتى نهاية القرن الرابع الهجري، دار النشر للجامعات، القاهرة، 1995، ص25؛ فردوس أحمد بٹ، أهمية أدب الرحلات من الناحية الأدبية، یہ مقالہ 1 اپریل 2016 کو انٹرنیٹ پر شائع ہوا ہے۔
http://www.allugah.com/post.php?id=18

اردو سفر ناموں میں ترکی اور مصر کی تصویر نگاری اور مختلف شعبہ حیات میں ان کا ھندوستان کے ساتھ موازنہ بھی قائم کیا جاتا تھا جن میں ادارہ جاتی نظم و نسق، تعلیم و تربیت، تھذیب وثقافت وغیرہ جسے اھم امور شامل رھے ھیں اور اس کے ساتھ ساتھ دونوں ملکوں کے رسوم ورواج کو بھی ایسے سفر ناموں میں جگہ دی جاتی رھی ھے۔

زیر بحث و تحقیق میں ھمارا ماخذ 1920ء میں لاھور سے شائع شدہ یہ سفر نامہ ھے جسے مولانا عبد الرحمن امر تسری نے سفر نامہ بلاد اسلامیہ کے نام سے زیر قرطاس لایا ھے، ھم نے اپنی تحقیق میں دوسرے تاریخی مصادر اور ماخذ کو بھی سامنے رکھا ھے تاکہ سفر نامے کا تجزیہ و تحقیق، مستند بنیادوں پر ھو سکے۔

اس تحقیق کو ایک مقدمے اور چھ عناوین میں تقسیم کیا گیا ھے۔ مقدمے میں اردو سفر نامے اور اس کی اھمیت پر مختصر بحث کی گئی ھے۔ اور انیسویں صدی کے اواخر میں اور بیسویں کے اوائل میں مدون ھونے والے اھم سفر ناموں کا ذکر کیا گیا ھے اور اس کے ساتھ ساتھ مؤلف اور اس سفر نامہ کے اھمیت کا ذکر بھی کیا جاتا ھے۔

سفر نامہ نگار نے مصر سے متعلق جو احوال و آثار قلمبند کئے ھیں اور مصری ثقافت اور اس کے رسم ورواج کا جو ذکر کیا ھے اور اسی طرح اسلامی ثقافت اور تعلیمی اداروں کے کردار سے متعلق جو بھی لکھا اس سب کا موضوعی، تجزیاتی اور تنقیدی جائزہ لیا گیا ھے۔

ترکی تھذیب وثقافت کے ادارہ جاتی نظم و نسق، ترکی کے تعلیمی اداروں کا ذکر کیا گیا جو سفر نامے میں مذکور ھیں۔

اس میں مصر و ترکی کا باھمی موازنہ کیا گیا ھے۔ جس میں عربی، ترکی اور اردو ماخذات سے بھی استفادہ کیا گیا ھے۔ تاکہ اس سفر نامے کو ایک تاریخی و جغرافیائی اھمیت بھی حاصل ھو جائے۔

آخر میں خاتمہ ھے جس کے اندر اھم تجاویز اور نتائج کا ذکر کیا گیا ھے۔

-2-

اردو سفر نامہ اور اس کا ارتقا

2-1 سفر نامہ کا مفہوم

"سفر وسیلہ ظفر" کی اصطلاح ھمیشہ سے رائج رھی ھے سفر نامہ ایک بیانیہ وصف کا نثری ادب پارہ ھوتا ھے جس کے خدوخال واضح طور پر متعین نھیں کئے جا سکے۔ سفر نامہ در اصل ایک خطے سے دوسرے خطے کو سفر کرنے کا نام ھے جس کے اھداف مختلف ھو سکتے ھیں۔ جن میں معاش کی تلاش، حصول علم یا اپنی طبع سیاحت کی سیرابی وغیرہ شامل ھوتے ھیں۔

سفر عربی زبان کا لفظ ھے جس کے معنی مسافت طے کرنا۔ سیاحت کے لیے نکلنا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ اردو زبان میں یہ لفظ عربی سے مستعار ھے۔ اور ان ھی معنوں میں استعمال ھوتا ھے۔ اردو کی طرح فارسی میں بھی یہ لفظ عربی سے لیا گیا جس کے معنی مسافرت، سیاحت۔ سفر نامہ کا لفظ فارسی ھے جس کا مطلب سفر کے متعلق لکھنے والا، تالیف کرنے والا یوں سفر نامہ کی اصطلاح سفر نگاری کے لئے مستعمل ھونے لگی[4]۔

2-2 سفر نامے کا ادبی مفہوم

سفر نامہ وہ ادبی نثر پارہ ھے جس میں ایک جگہ سے دوسرے جگہ کے سفر کو قلمبند کیا جاتا ھے جسے انگریزی میں Travel Literature کہا جاتا ھے اور اس میں مؤلف یا سفر نامہ نگار تمام احوال وآثار کا ذکر کرتا ہے۔ جو اس کے ذوق اور احساس کے تاروں کو چھیڑتے ھیں۔ جس میں وہ رسم ورواج سے لیکر کردار واخلاق اور تھذیب وتمدن کا دقیق وصف بیان کرتا ھے اور جو بھی فطری مناظر اس کے آنکھوں سے گزرتے ھیں، ان کی رنگینیوں اور جمالیاتی سطح پر صفحہ قرطاس کی زینت بناتا ھے اور ھر موضوع کو مرحلہ وار ذکر کرتا چلا جاتا ھے۔

سفر نامے کی اس ادبی اور سیاحانہ (سفر نگارانہ) جھت کے ساتھ ساتھ یہ تاریخی موازنے میں بھی ایک ماخذ کی حیثیت رکھتا ھے۔ اور خاص طور پر جب قرون وسطی کی بات ھو رھی ھو، تقابلی ادب کے ماہرین اسے اس صنف میں شمار بھی کرتے ھیں[5]۔

---

[4] صدف فاطمہ، خواتین کا سفر ناموں کا فنی ومشاھداتی مطالعہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، شعبہ اردو، جامعہ کراچی، 2007ء، ص2؛ قدسیہ قریشی، اردو سفرنامے انیسویں صدی میں، فوٹو آفیسٹ پرنٹرز، دھلی، 1987ء، ص19

[5] مجدی وهبة وكامل المهندس، معجم المصطلحات العربية في اللغة والآداب، مكتبة لبنان، بيروت، 1984م، ص17.

چنانچہ سفر نامے معاشرتی جغرافیائی اور تاریخی اعتبار سے اہم ماخذ شمار ہوتے ہیں۔کیونکہ سفر نامہ نگار براہ راست واقعات اور مظاہر اور واردات کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے۔جس کی وجہ سے وہ زیادہ مستند شمار ہوتے ہیں۔ابن بطوطہ اور مارکوپولو کے سفر نامے بھی اس ادبی جہت کے نثر پارے ہیں[6]۔

سفر نامہ اپنے ادبی رنگ میں گویا ایک قصہ نگاری ہے جس سے ایک مؤرخ، ادیب، ماہر عمرانیات اور جغرافیہ دان یکساں مستفید ہوتے ہیں۔گویا یہ خاصہ نگاری کا عمل ہے جو مختلف حالات، مظاہر، شہروں، ملکوں اور معاشروں کا تجزیہ اور وصف بیان کرتا ہے اور اس میں سفر نامہ نگار اپنے پورے سفر کو قصہ نگاری کے رنگ میں تمام معاشرتی، تاریخی، جغرافیائی اور نفسیاتی عوامل کو ایک جگہ پہ جمع کر دیتا ہے[7]۔

سفر نامہ ہر ادب کی ایک مستقل بیانیہ صنف ہے جس میں خارجی مشاہدے کو تخیل پر فوقیت حاصل ہے۔البتہ سفر سے متعلق ہونے کے باعث سفر نامے میں تحیر کا عنصر نمایاں تر ہے۔لیکن یاد رہے کہ مستقل ادبی صنف ہونے کے ناطے سفر نامے کی پیش کش ادبی نوع کی ہوگی نہ کہ محض مسافر کا بیان اس لیے کہ یہ امر مجبوری سفر اختیار کرنے والے ہر مسافر کا سفری احوال، ادب کی ایک مستقل صنف سفر نامہ یا سیاحت نامہ نہیں کہلائے گا[8]۔

یوں سفر نامے کی دو قسمیں ہوں گی یعنی: 1-ادبی سفر نامہ 2- محض سفری احوال

اس دوسری قسم میں مزید تین اقسام کے سفر نامے دکھائی دیتے ہیں۔

1- محض معلومات فراہم کرنے والے غیر تخلیقی انداز کے سفر نامے۔

2- نجی یادداشتوں کے مماثل سفر نامے، جو آپ بیتی کا خام مواد بن سکتے ہیں۔

3-اخبارات اور ڈرائنگ روم رسالوں کا پیٹ بھرنے والے چلتر قسم کے سفر نامے۔

ادبی سفر نامہ لکھنے والوں میں دو طرح کے صاحب قلم دکھائی دیتے ہیں:-

1-ادیب، جنھوں نے اپنے سفر کے، بیانیہ کو بھی بیان کی حد تک تخلیقی نہج عطا کر دی۔

---

[6]سید حامد النساج، الرحلة قديمًا وحديثًا، مكتبة غريب، القاهرة، (د-ت)، ص8

[7]سابقہ ماخذ، ص9

[8]مرزا حامد بیگ، اردو سفرنامے کی مختصر تاریخ، اورینٹ پبلشرز، لاہور، 1999ء، ص9.

فطری سیاح کے سیاحت نامے۔ واضح رہے کہ مسافر اور سیاح کا سفر سے متعلق انداز نظر یکسر جداگانہ نوعیت کا ہوتا ہے۔ اور شبلی نعمانی کا حوالہ دیا گیا تھا، ہم انہیں فطری سیاح نہیں مانیں گے- اس لئے ان کے سفر نامے میں سے سیاحت کا عنصر غائب دکھائی دیتا ہے۔ واضح رہے کہ ادبی سفر نامے سے ایک ادبی نثر پارے کا ساحظ اٹھایا جا سکتا ہے۔ یہ تخلیقی سطح کا خط اس بصیرت کی عطا ہے جس سے عام مسافر یکسر محروم ہے[9]۔

سفر نگاری کے ضمن میں کئی ایک فن پاروں شامل کیا جاتا ہے جن میں شعری اور نثری دونوں قسم کتب جلتی ہیں جیسا کہ اسطوری ادب میں سندباد اور ادبی قصوں میں الف لیلہ ولیلہ اور اس کے ساتھ ساتھ شعری مجموعات جیسا کہ مہابھارت اور رامائن جن میں ایک ہیرو اپنے مخصوص اہداف کے لئے سفر اختیار کرتا ہے۔ اور اساطیری سفر نامے بھی بعض تاریخی حقائق اور حقیقی شخصیات کی اساس پر ہی مرتب ہوتے ہیں[10]۔

3-2 سفر کی اقسام

سفر کے اہداف اور مقاصد مختلف ہو سکتے ہیں چنانچہ اسی اعتبار سے سفر کی اقسام مختلف ہوتی ہیں[11]:

مذہبی سفر: اس میں حج وعمرہ کے ساتھ ساتھ مقدس مقامات کی زیارت کو، اور قومی وبین الاقوامی مذہبی اجتماعات اور کانفرنسز وغیرہ میں شرکت اسی سفر کے محرکات ہوتے ہیں۔

ادبی سفر: جن میں ادبی سیمینارز اور محافل مشاعرہ کے علاوہ کتب کی رونمائی وغیرہ میں شرکت مقصود ہوتی ہے۔

تعلیمی اور علمی سفر: ہر طرح کی علمی و تعلیمی سرگرمیوں کی لئے یہ سفر کئے جاتے ہیں جن میں بحث و تحقیق، اہل علم کی زیارت، لائبریریز کو جانا، اور درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے جاتے ہیں۔

تجارتی سفر: جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ سفر بغرض تجارت، خرید و فروخت اور اپنے سامان کی نمائش کے لئے مختلف ملکوں اور خطوں کا سفر اختیار کیا جاتا ہے۔

---

[9] مرزا حامد بیگ، اردو سفرنامے کی مختصر تاریخ، ص11.

[10] مزید جاننے کے لیے دیکھئے: خالد محمود، اردو سفر ناموں کا تنقیدی مطالعہ، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دھلی، 2011ء، ص60-64؛ قدسیہ قریشی، سابقہ ماخذ، ص27-28

[11] خالد محمود، سابق ماخذ، ص18، 17؛ حسين محمد فهيم، أدب الرحلات، سلسله عالم المعرفه، الكويت، 1978م، ص22-23؛ موسوعة الرحلات العربية والمعربة والمخطوطة والمطبوعة، ص12-13.

سیاسی سفر: ان میں سیاسی وفود، سفارتی تعلقات، بین الاقوامی حالات، ملکی صورتحال اور زعماء کے ایک سے دوسرے ملک کو سفر شامل ھیں۔

تفریحی سفر: جن میں بغرض سیاحت مختلف خطوں اور ملکوں کو عازم سفر ہوا جاتا ھے چاہے قریبی علاقوں یا پھر بیرونی ملکوں کا سفر ھو مگر غرض اس سے سیاحت ھوتی ھے۔

2-3 سفرنامے کی خصوصیات

- ایسے واقعات پر مشتمل ھوتے ھیں جو تاریخی دستاویز کی حیثیت اختیار کر لیتے ھیں۔
- جس خطے کا سفر کیا اس کی آب وھوا اور مکمل سفری مراحل کا بیان ھوتا ھے۔
- علاقوں کے جغرافیائی خدوخال کی عصری معلومات دیتا ھے۔
- عمرانیات سے متعلق قوموں کی عادات واطوار اور ان کی تہذیب وثقافت اور ادب کا ایک نقشہ فراھم کرتا ھے۔
- تاریخ کو حقیقی شخصیات کے روپ میں مشتمل کرتا ھے۔
- ممالک کے باہمی تعلقات کی وضاحت اور مطلوبہ ملک سے متعلق معروضی رائے قائم ہوتی ہے۔

2-4 سفرناموں کی اھمیت

سیاحت وجہاں گردی یعنی ذوق سفر اللہ تعالی نے روز اول ھی سے انسان کی جبلت میں ڈال دیا ھے - کائنات کی ھر شے، ستارے ھوں یا سیارے مسلسل حرکت پذیر ھے۔ یھی تحرک، یھی سفر باعث حیات ھے۔ ایک لمحے کا سکون سارے نظام کو چشم زدن میں درھم برھم کر کے نابود کر سکتا ھے دل کا سکون آدمی کو ابدی نیند یعنی موت سے ھم کنار کر دیتا ھے[12]۔

تحقیق نگاروں کے مطابق سفرنامے بڑی ادبی جہات رکھتے ھیں جن میں الفاظ وکلمات کے جمالیاتی پہلو، حسن اسلوب اور خوبصورت نقشہ کشی وغیرہ شامل ھیں چنانچہ سفرنامہ ایک عمرانی دستاویز کے ساتھ ساتھ ادب کا بھی موضوع ھے اور یہ اپنے سے غیر کا تصور انفرادی اور سماجی دونوں سطح پر چاھے وہ غلط ھو یا صحیح ھو خوبصورت اسلوب نگارش میں پیش کرتا ھے[13]۔

---

[12] ابو الامتیاز ع س مسلم، سفرنامہ محبوبیہ، القمر انٹرپرائزز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، انجمن ترقی اردو، لاھور، 2004ء، ص 15

[13] سفرنامے کی ادبی وجمالیاتی جہتوں کے لئے مزید دیکھئے: خالد محمود، سابقہ ماخذ، ص 23-27

حافظ عبد الرحمن امر تسری اپنے سفر نامے کے مقدمے میں ذکر کرتے ھیں جس کا مفھوم ھے کہ: میں نے مصر، شام اور استنبول کا سفر کیا اور ان علاقوں میں دو سال گزارے عربی زبان سیکھی اور کئی ایک رسوم ورواج اور تمدن کے مظاھر دیکھے اس کے علاوہ نظام تعلیم، آثار قدیمہ، سیاسی حالات، اور عسکری معاملات کا قریب سے مشاھدہ کیا اور انھیں اپنی قوت کے لئے منتقل کر دیا[14]۔

اس سے معلوم ھوتا ہے کہ سفر نامے کس قدر اھمیت کے حامل ھیں۔ ھندوستان کو ایک زمانے میں سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا۔ چنانچہ دنیا بھر سے لوگ ھندوستان کو آتے تھے جن میں چین، یونان، ایران، عرب دنیا، مغربی ایشیا وغیرہ کے لوگ شامل تھے جو اس خوابوں کی دنیا اور جادو نگری کو دیکھنا چاھتے تھے۔

شروع شروع میں سفر نامے مبالغہ آمیزی سے مزین ھوا کرتے تھے۔ جن میں بڑھا چڑھا کر ایک واقعاتی ترتیب کو پرویا جاتا تھا۔ آھستہ آھستہ خطوط اور روزنامہ کی یاداشتوں کی شکل اختیار کرتے گئے اور آخر کار یہ باقاعدہ فن بن کر کتابی شکل میں آگئے جن میں سفر کی مکمل معلومات اور تجاویز کے ساتھ ساتھ تاریخی، جغرافیائی اور تہذیبی، تمدنی اور سماجی وسیاسی حالات کی معلومات کا ایک ذخیرہ شامل ھوتا ھے۔

2-5 اردو سفر نامے کا ارتقا

یونانی سیاح مگستھیز نے سب سے پہلے ھندوستان کا سفر کیا جن میں چندر گپت کے عھد میں 303 قبل مسیح موریہ سلطنت کے معاملات جاننے کے لئے یہ سفر کیا، جو سفر نامہ ھند کے نام سے پہچانا جاتا ھے۔ مگستھیز نے یہ سفر اسکندر اعظم کے خلیفہ سیلوقس کے سفیر کی حثیت سے کیا تھا چنانچہ اس نے گپت عھد کی سیاسی وسماجی معلومات اور تھذیبی وعلمی معاملات کی واضح تصویر کشی کی ھے، یوں سیاحت اور سفر کا یہ سلسلہ چلتا رھا اور خاص طور پر مسلمانوں کے عھد میں کئی سفر نامے مرتب ھوئے جن میں تزک جھانگیری اور مولوی عبد الحق محدث دھلوی کے حج سفر نامے شامل ھیں[15]۔

لیکن کئی نقادوں کا خیال ہے کہ سفر نامے کی ابتداء یوسف خان کمبل پوش کی تاریخ یوسفی سے ھوئی جسے عجائبات فرھنگ* کے نام سے جانا جاتا ھے جب کہ بعض لوگوں کی رائے ھے کہ سر سید احمد خان کی مسافران لندن** پہلا سفر نامہ ھے لیکن مرزا حامد بیگ نے اپنی کتاب "اردو

[14] عبد الرحمن امر تسری، سفر نامہ بلاد اسلامیہ، شیخ امام بخش گھڑی ساز انار کلی، لاھور،، 1920ء، ص(د).

[15] سفر نامہ کے ارتقاء پر مزید دیکھئے: خالد محمود، سابقہ ماخذ، ص 65 سے ص 87 تک

* یوسف خان کمبل پوش، عجائبات فرنگ (تاریخی یوسفی)، نولکشور، لکھنو، 1873ء

** سفر نامہ سے متعلق جاننے کے لیے دیکھئے: اصغر عباس، سر سید کا سفر نامہ مسافران لندن، مع تازہ اضافوں، مقدمہ فرھنگ اور تعلیقات، ایجیوکشنل بک ھاوس، علی گڑھ، 2009ء.

سفر نامے کی مختصر تاریخ میں "یوسف خان کمبل پوش ھی کو پھلا اردو سفر نامہ نگار بتایا ھے[16]۔ انور سدید نے اپنی کتاب اردو ادب کی مختصر تاریخ میں بتایا ھے کہ "سفر نامے کی ابتدا انیسویں صدی کی نصف اول میں عجائبات فرنگ سے ھو چکی ھے"[17]

یوسف خان کمبل پوش حیدر آباد کے رھنے والے تھے نصیر الدین حیدر شاہ کی فوج میں تھے فرانس اور یورپ کا سفر کیا اور اپنے سفر نامے میں مکمل آزادی کے ساتھ ھندوستان اور یورپی ممالک کا موازنہ کیا اور ھندوستان کو نھایت فقیر ملک بتایا[18]۔

اٹھارہویں صدی میں اھل ھندوستان میں یورپ کو دیکھنے کا خاص طور پر لندن کی زیارت کا شوق جاگزیں ھوا، ان سفروں کے اصل محرکات سیاسی تھے جن میں قباد بیگ، نواب کریم خان جیسے لوگ بھی عازم سفر ھوئے؛ ان سفر ناموں میں شیخ اعتصام الدین اور مرزا ابو طالب اصفھانی کے سفر نامے خاص اھمیت کے حامل ھیں۔ شیخ اعتصام الدین نے 1765ء میں شگرف نامہ ولایت کے نام سے سفر نامہ تحریر کیا جن میں یورپ سے متعلق کافی تاریخی حقائق کو جمع کر دیا ھے جو فارسی مخطوط (قلمی نسخہ) کی حیثیت سے برٹش میوزیم میں محفوظ ھے۔ مرزا ابو طالب اصفھانی نے فارسی ھی میں "مسیر طالبی فی بلاد افرنجی" کے نام سے ایک سفر نامہ تحریر کیا۔ ابو طالب نے 1799ء میں لندن کا سفر کیا اور 1803ء میں واپس ھندوستان آئے اگرچہ یہ سفر نامہ اردو میں نھیں لکھا گیا مگر یہ سفر نامہ بڑی اہمیت کا حامل ھے۔ جس میں سیاسی، سماجی اور ادبی پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ھے[19]۔

فورٹ ولیم کالج کا سفر ناموں کے ارتقا میں بڑا اھم کردار ھے جس نے دوسری زبانوں کے سفر ناموں کو بھی اردو میں منتقل کیا ھے جیسا کہ باغ و بھار میں میر امن کا قصہ اور حیدر بخش حیدری کی "آرائش محفل" جس میں حاتم طائی کی "سات سیاحتوں" اور "داستان امیر حمزہ" کا ذکر ملتا ھے۔

اس طرح "مذھب عشق" میں "نھال چند لاھوری" نے ایک شھزادی کا طویل سفر مذکور کیا ھے جس میں وہ ایک خوشبو دار پھول تلاش کر کے اپنی شہزادی کو عطیہ کرنا چاھتا تھا۔ ان تمام سفر ناموں کے باوجود تمام نقادوں کا اتفاق ھے کہ یوسف خان کمبل کا سفر نامہ ھی اردو سفر نامہ

16صدف فاطمہ، خواتین کا سفر ناموں کا فنی و مشاھداتی مطالعہ، سابقہ ماخذ، ص 7.

17 انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ، عالمی میڈیا پرائیوٹ لیمیٹڈ، دھلی، 2014ء، ص 308.

18صدف فاطمہ، سابقہ ماخذ، ص 7.

19مزید جاننے کے لئے دیکھئے: خالد محمود، ص 90 سے آگے

نگاری کا آغاز تھا۔ اس عھد کے سفر ناموں میں سے ایک سید فدا حسین کا سفر نامہ بھی ھے جو 1852ء میں تاریخ افغانستان کے نام سے لکھا گیا تھا جس میں جنگ واقعات پر زیادہ زور دیا گیا تھا۔ اور شاید اسی وجہ سے اسی ادبی سفر ناموں میں اتنی اھمیت نہ مل سکی[20]۔

محمد حسین آزاد نے بھی "سیر ایران-1885ء" اور "انیسویں صدی میں وسیط ایشیا کی سیاحت-1865ء" کے نام سے جو کتابیں تحریر کیں تنقید نگاروں کے ھاں "سیر ایران" بھترین سفر ناموں میں شمار ھوتا ھے[21]۔

اسی طرح شبلی نعمانی کا "سفر نامہ روم و مصر و شام*(1892ء) بھی بڑی اھمیت کا حامل ھے جس میں انھوں نے بالغ نظری سے ان ملکوں کا اس عہد میں مطالعہ کرتے ھوئے تمام تاریخی، علمی، اور تہذیبی معاملات کو نقل کیا ھے یھی وجہ ھے کہ بہت سارے نقادوں کا کہنا ھے کہ اردو سفر نامے کو سب سے پہلے علامہ شبلی ھی نے ستون فراھم کئے ھیں[22]۔

اسی طرح دنیا کی سیاحت کے حوالے سے بھی سفر نامے تحریر کئے گئے ھیں جیسا کہ حامد علی خان کا "مسیر حامدی"** کے نام سے لکھا گیا سفر نامہ خاص اھمیت رکھتا ھے۔ حامد علی خان نے چاپان، امریکا، انگلینڈ، اور مصر وغیرہ کا سفر کیا۔ اسی سفر نامے میں ایک منفی تاثر یہ سامنے آیا ھے کہ انھیں جو سفر کے دوران مسائل در پیش تھے ان کی وجہ سے ادبی لطافت کا احساس کم ھو جاتا ھے۔ جبکہ عبد الرحمن امرتسری پوری نشاط انگیزی اور حیات بخشی کے ساتھ معاشروں کا ذکر کرتے ھیں اور قاری کو نت نئے تجربات سے روشناس کرواتے ھیں۔

محمد اسماعیل پانی پتی اپنی کتاب میں لکھتے ھیں کہ " علی گڑھ تحریک مقامی یا علاقائی تحریک نھیں تھی بلکہ یہ تمام اھل ھندوستان عمومًا ھندوؤں اور خصوصًا مسلمانوں کے سماجی اور تعلیمی سدھار اور ترقی کے لئے وجود میں آئی تھی- سر سید نے صرف مسلمانوں کی سماجی اور تعلیمی پسماندگی کی وجہ سے اپنی توجہ زیادہ تر ان ھی پر مذکور کی جس کی کمی سے مسلمان سب سے نیچی سطح تک پہنچ گئے تھے -اکیلا انسان انکے وسیع پلان

---

[20] سفر ناموں کے ابتدائی نمونے ملاحظہ کرنے کے لئے دیکھئے: سمير عبد الحميد نوح، الجزيرة العربية في أدب الرحلات الأردي، سلسله آداب الشعوب الإسلامية، جامعة الإمام، الرياض، 1991م، ص34 اور اس سے آگے؛ خالد محمود، سابقہ ماخذ، ص93.

[21] سمير عبد الحميد، سابقہ ماخذ، ص44

* شبلی نعمانی نے عبد الرحمن امرتسری سے 6 سال قبل 1892ء میں سفر اختیار کیا مگر وہ 1894ء میں پہلی مرتبہ نشر ہوا، دونوں میں اتفاقی باتوں کے ساتھ ساتھ چند اختلافات بھی ہیں جیسا کہ شبلی بیت المقدس کا سفر کرتے ہیں جبکہ امرتسری کو یہ موقع نہ ملا اور شبلی علمی و ثقافتی پہلوؤں پر زور دیتے ہیں جبکہ امرتسری رسم و رواج کو زیادہ اجاگر کرتے ہیں، یہ ایک الگ تحقیق کا موضوع ہے؛ شبلی کے سفر نامے کے لئے دیکھئے: شبلی نعمانی، سفر نامہ روم و مصر و شام، مطبع تحفہ جنت، دھلی، 1916ء.

[22] سمير عبد الحميد، سابقہ ماخذ، ص46-47

** مسیر حامدی کے لئے دیکھئے: خالد محمود، سابقہ ماخذ ، ص123-124.

کو پورا نھیں کر سکتا تھا-اس کے لئے ان کو ھندوستان کے لوگوں کا تعاون اور مالی امداد درکار تھی-اسکے لئے انھوں نے سفر انگلستان کیا تاسہ وہ وھاں کے تعلیمی اور سماجی ترقی دیکھ سکیں اور لوگوں کو انگلستان کی صنعتی ترقی بتائیں[23]"

انگریزی استعمار کے بعد اھل ھندوستان اپنے وطن کی آزادی کے لئے مسلمان ممالک اور ایشیا کی ریاستوں کا سفر اختیار کرتے تھے تاسہ بھترین تعلقات قائم کر کے ھندوستان کو آزاد کروایا جائے چنانچہ ان سفر ناموں میں مولانا حسین احمد مدنی کا "سفر نامہ شیخ الھند" اور مھدی حسن کا سفر نامہ جسے مولوی عزیز مرزا نے اردو میں ترجمہ کر کے پیش کیا تھا-اسی طرح سفر ناموں کی تاریخ میں فتح خانی اور شیخ عبد القادر کا سفر نامہ، "مقام خلافت"*بڑا مقام رکھتے ھیں۔ ھندوستان کی آزادی دوسری جنگ عظیم کے بعد کا ایک بھت بڑا واقعہ ھے جس میں سیاسی ادب کا وہ عروج دیکھنے کو ملتا ہے جو پوری تاریخ اردو میں دیکھنے کو نھیں ملتا ھے۔اور اس میں سفر نامہ نگاری اپنے جوبن پر تھی جس میں ھر طرح کے سیاسی، سماجی، عمرانی مسائل کو خوب اجاگر کیا گیا ھے، چنانچہ احتشام حسین کا ساحل و سمندر ایک نمونے کے طور پر ادبی شاھکار ھے جس میں متوازن ادبی اسلوب نگارش کے ساتھ تمام سیاسی اور ادبی مسائل کو پرو دیا گیا ھے ۔ انیسویں صدی کے بعد مولوی مسیح الدین خان کا سفر نامہ جسے مولانا جعفر نے 1863ءاور 1879ء کے درمیاں "کالا پانی" کے نام سے نشر کیا۔

سر سید احمد خان کا "مسافران لندن"، علامہ شبلی نعمانی کا "سفر نامہ روم و مصر و شام" مولانا محمد علی جوھر کا "سفر لندن" قاضی عبد الغفار کا "نقش فرھنگ" سید سلیمان ندوی کا "سیر افغانستان" اور حکیم سعید کا "یورپ نامہ" علمی و ادبی اعتبار سے اردو سفر نامہ نگاری کا جوبن تھا۔ جن میں یورپ کے ساتھ ساتھ شام و مصر کو بھی بڑی اھمیت دی گئی ھے ۔ آخری 35 سالوں میں تو سفر ناموں کی کثرت ھوگئی ھے جس کی وجہ مختلف ملکوں میں سیاحوں، تاجروں، سفارت کاروں وغیرہ کی کثیر تعداد کا ھونا ھے ۔ ھم 1907ء سے 1950 کے دوران شائع ھونے والے اھم سفر ناموں کی فھرست ذیل میں پیش کر رھے ھیں[24]۔

سفر نامہ	سفر نامہ نگار
1850ء سفر نامہ منگو پارک	نام مترجم ندارد (منگو پارک)
1851ء سیر محتشم	محتشم الدولہ غوث محمد خان

[23] محمد اسماعیل پانی پتی، سرسید احمد خان کا سفرنامہ لندن، پبلیکشنز ڈوپڑن، دھلی، 2009ء، ص 1

* سفر نامے کو دیکھنے کے لئے: شیخ عبد القادر، مقام خلافت، لاھور، 1920ء.

[24] صدف فاطمہ، خواتین کا سفر ناموں کا فنی و مشاھداتی مطالعہ، ص 15-23.

1852ء تاریخ افغانستان	سید فدا حسین
1865ء سفیر اودھ	مسیح الدین علوی
1876ء تزک جرمنی	پرنس البرٹ پنڈت بشمبھر ناتھ
1879ء سفر نامہ برہما- میرٹھ	نور احمد منشی
1880ء تاریخ عجیب عرف کالا پانی	جعفر تھانیسری
1882ء سفر نامہ ہندوستان	جنیدہ رام پلیڈر
1884ء سفر نامہ پنجاب	سید احمد خان سر اقبال علی سید (مرتب)
1886ء لیڈی دفرن کی چندروزہ سیر حیدر آباد	لیڈی دفرن / محمد مظہر (مرتب)
1886ء آئینہ سکندری	بابو اما شنکر
1886ء سیاحت فتح خانی	نواب فتح علی خان
1886ء وکیل الغرباء	وزیر حسین خان سید
1887ء اعمال نامہ روس	ڈاکٹر وی میکنزی / پنڈت رتن ناتھ سرشار
1888ء زاد سفر	نواب محمد عمر
1893ء مسیر حامدی	محمد حامد علی خان نواب
1894ء عجائبات امریکہ	نام مصنف ندارد مترجمہ منشی اللہ دتہ
1895ء سفر نامہ حجاز	عرفان علی بیگ مرزا
1895ء سیاح جرمنی	الگزینڈر ہمبولٹ / نام مترجم ندارد

1896ء سیاحت ٹیونیر	جے بی ٹیونیر / نام مترجم ندارد
1898ء سفر نامہ بلاد اسلامیہ	مولوی عبد الرحمن امرتسری
1898ء سیر مقبول	آغاز مقبول اصفہانی
1898ء حالات قسطنطنیہ	میکس مولر احمد انشاء اللہ
1899ء سفر نامہ آصف	محبوب علی خان میر / محی الدین خواجہ سید
1900ء سیر برہما	مولوی عبد الخالق موحد کی
1900ء سفر نامہ یورپ	منشی محبوب عالم
1900ء سفر نامہ بغداد	منشی محبوب عالم
1902ء ارمغان سلطانی	محمد سلطان
1902ء خیابان فارس	کرزن لارڈ / ظفر علی خان (مترجم)
1903ء سیاحت قسطنطنیہ	مسز میکس ملر / سید رشید الدین
1903ء پروفیسر ویمبری کا سفر نامہ۔	پروفیسر ویمبری / محبوب عالم
1904ء گلبرکہ شریف سے بمبئی کو روانگی	مصنف نامعلوم
1904ء سفر نامہ حجاز و مصر	احمد حسین خان
1904ء سیاحت فتح خانی	فتح علی خان نواب
1905ء حالات بغداد والحسا	میجر جنرل خان میلکم
1906ء حالات عرب و عراق و عمان	ایس۔ ایم زویمبر / محمد انشاء اللہ (مترجم) خان

1906ءسفر نامہ ایران۔	ٹامس ایڈورڈ گارڈن جنزل سر
1907ءسفر نامہ کشمیر	محمد الدین فوق
1907ءخلاصہ تواریخ مکہ معظہ	محمد فخر الدین حسین خان
1907ءرہنمائے حجاز	نورین شیخ
1907ءسفر نامہ جاپان	ڈاکٹر محمد حسن

یہ بات پیش نظر رہے کہ بیسویں صدی میں لکھے جانے والے سفر ناموں میں یورپ کی مدح سرائی کی بجائے تھذیبی کشمکش کا عنصر غالب ھو جاتا ھے چنانچہ سفر نامہ نگاروں نے تھذیب مغرب کو کڑی تنقید کا عنوان بنایا ھے اور دنیا کو مجبور کیا ھے کہ وہ مغرب کو مشرقی نظر سے بھی دیکھیں 1908ء میں عورتوں نے بھی سفر نامہ نگاری میں حصہ ڈالا جب نازلی رفیعہ سلطان نے اپنا پہلا سفر نامہ "سیر یورپ" کے نام سے مرتب کیا جنھوں نے اھل ھند کے سامنے اپنے احساسات کے ساتھ مغرب (یورپ) کو پیش کیا۔ اسی طرح عطیہ فیضی کا "زمانہ تحصیل" 1922ء میں نشر ھوا

[1] اسی طرح "شاہ بانو" کا سفر نامہ سیاحت سلطانی بھی بڑی اھمیت کا حامل ھے۔ جب انھوں نے 1911ء میں اپنے خاوند امیر بھوپال کے ساتھ یورپ کا سفر کیا لیکن رسمی وجوھات کی بناء پر اپنے اپنی آسانی سے گھومنے پھرنے کا موقعہ نہ ملا جس کی وجہ سے سفر نامہ کا اسلوب کمزور اور سنی سنائی باتوں کی نذر ھو گیا ھے[2]۔

[1] سمير عبد الحميد، سابقہ ماخذ، ص63

[2] صدف فاطمہ، خواتین کا سفر ناموں کا فنی و مشاھداتی مطالعہ، سابقہ ماخذ، ص16

-3-

سفر نامہ بلاد اسلامیہ اور سفر نامہ نگار کا تعارف

3-1 مؤلف کا تعارف[1]

حافظ عبد الرحمن امر تسری ندوۃ العلماء انڈیا کے بڑے سکالر اور عالم تھے اور عازم سفر ھونے سے پہلے کانپور میں ندوۃ العلماء کے پانچویں سالانہ اجتماع میں شریک ھوئے چنانچہ عالم اسلامی کے حالات سے آگاھی اور اپنے اساتذہ کی حوصلہ افزائی کے باعث مصر وشام اور ترکی کی طرف عازم سفر ھوئے۔ امر تسری کے سفری اخراجات کا بیڑا خواجگان کے ایک رہنما نے اپنے ذمہ لیا۔ اور ان کے لیے ماھانہ وظیفہ مقرر کیا چنانچہ مسلکی اختلاف کے باوجود ان کا یہ بیڑا اٹھانا مؤلف کو بھا گیا اور انھوں نے اسے وحدت اسلامی سے تعبیر کیا؛ خاص طور پر ان حالات میں جب خلافت پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رھے تھے۔ مؤلف کی اس کے علاوہ عربی زبان کے حوالے سے صرف ونحو (کتاب الصرف، کتاب النحو)، عربی بول چال (دو حصے) پر مشتمل کتب ھیں۔ اور "الصدیق" اور "المرتضی" کے نام سے بھی آپ نے دو کتابیں تحریر فرمائی ھیں۔

3-2 سفر نامہ "بلاد اسلامیہ" کا تعارف

یہ سفر نامہ 216 متوسط درجے کے صفحات پر مشتمل ھے جس کو تین اجزاء میں تقسیم کیا گیا ھے مقدمہ میں مؤلف (سفر نامہ نگار) نے سفر کے محرکات اور اس کی اھمیت پر لکھتے ھوئے ان لوگوں کا بھی ذکر کیا ھے جنھوں نے اس کی ترغیب دلائی اور جن اداروں نے اخراجات کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی۔

سفر نامہ نگار نے اس سفر نامے کے پہلے حصے میں مصر کا ذکر کیا ھے جس میں قاھرہ اور اھم سیاحتی آثار کے ساتھ ساتھ مصریوں کے رسم ورواج، صوفیانہ عقائد اور نظام تعلیم کو زیر بحث لایا ھے۔

دوسرے حصے میں ترکی کا ذکر کیا ھے جس میں اسکندریہ سے ازمیر کا سفر پھر آبنائے دردنیل اور اس کی عسکری اھمیت پھر قلعوں اور مقامات کا وصف بیان کرتے ھوئے قسطنطنیہ کا سفر جس میں ترکوں کی طرز بودوباش، تہذیب وتمدن، نظام تعلیم اور سیاسی وسماجی حالات کا ذکر کرتے ھوئے سلطان اعظم کی حیثیت اور عالم اسلامی کے لئے ان کی رھنمائی کو بھی اپنا موضوع بنایا ھے۔

پھر تیسرے حصے میں شام کو خاص طور پر دمشق، طرابلس اور حیفا کو موضوع بحث بنایا ھے۔

[1] تحقیق نگار کو مؤلف کا اتنا ہی تعارف مل سکا ہے جو خود ان کے سفر نامہ میں مذکور تھا۔

اس سفر نامے کی اھمیت یوں بھی دو چند ھو جاتی ہے کہ اس میں ھندوستانی سیاح نے مصر وشام اور ترکی کے باشندوں سے متعلق گہری معلومات کا بڑی عمدگی سے احاطہ کیا ھے۔ اور یہ پہلا سفر نامہ ھے جو سیاسی حالات کو تاریخی حقائق کے ساتھ جوڑ کر ذکر کرتا ھے۔ اور اسی طرح ملکوں کے ادارہ جاتی نظم ونسق، ملازمین کی تنخواہیں اور تعلیمی نظام کے تفصیلی جائزے اور اعداد شمار اور اسلامی ممالک کی عسکری صلاحیتوں کا تفصیلی بیان موجود ھے۔

اور پھر دو سال کے اس عرصے میں مؤلف اور سفر نامہ نگار کو اتنی دقیق معلومات اکٹھی کرنے اور ملکوں کے مابین موزانہ قائم کرنے کا کافی وقت بھی مل گیا تھا۔

اس سفر نامے کو اس وقت لکھا گیا تھا جب اسلامی اتحاد کی اس (اشد) ضرورت محسوس کی جارھی تھی۔ اور خلافت اسلامیہ کو خطرات لاحق تھے اور عالم اسلامی پروپگنڈوں کا شکار ھو چکا تھا۔ چنانچہ ھندوستانی سیاح عالم اسلامی کے حالات جاننے کے لئے عازم سفر ھوئے جن میں مصر وشام اور ترکی خاص طور پر سفر کے لئے چنے گئے۔ تاکہ حالات سے آگاھی کے ساتھ ساتھ سیر و تفریح اور وحدت اسلامی اور باھمی ملی یکجھتی کا پیغام بھی عام کیا جائے اور خطرات سے آگاھی حاصل کر کے ان کا سدباب کیا جاسکے۔

-4-

<u>سفر نامہ بلاد اسلامیہ میں قاھرہ کی تصویر نگاری</u>

سفر نامہ نگار اپنی کتاب کے آغاز میں سفر کی تیاری اس کے محرکات اور وسائل کا ذکر کرتا ھے۔ پھر عدن کی بندرگاہ سے سوئس کینال تک کے سفر کو بیان کرتا ھے، یوں ھندوستانی سیاح عبدالرحمن امرتسری مئی 1898ء کو قاھرہ پہنچے ھیں، ان کا مصر میں قیام تقریباً ایک سال کا تھا جس عرصے میں مصری طرز بودوباش، تھذیب وتمدن، سماجی وسیاسی احوال، نظام ھائے تعلیم اور ذرائع نقل وحمل وغیرہ پر سیر حاصل بحث کرتے ھیں اور جابجا ھندوستان کے ساتھ موازنہ بھی کرتے ھیں۔ اور اسی طرح تنقید کرتے وقت کسی طرح کی احتیاط یا الفاظ پوشی کا سھارا بھی نھیں لیتے ھیں۔ خاص طور پر جب عورت، غسل خانوں اور بعض قومی مظاھر جیسے کہ شادی بیاہ اور سالگرہ وغیرہ کی بات آتی ھے۔ ازھر شریف کی حیثیت واھمیت، طلبہ کی تعداد اور اس کے نظام تعلیم کا بھی ذکر کرتے ھیں، اور اسی طرح ازھر کے علاوہ تمام سرکاری وغیر سرکاری نظام تعلیم کو بھی زیر بحث لاتے ھیں، اور ھر طرح کی لائبریریز کو بھی اپنے سفر نامے کا موضوع بناتے ھوئے اخبارات وجرائد کا بھی تجزیہ کرتے ھیں۔ خاص طور پر "المؤید، المقطم، المنار، اور المقتطف" پر اپنی آراء دیتے نظر آتے ھیں۔ مصر کی مختصر تاریخ بیان کرتے ھوئے محمد علی پاشا کی قیادت میں مصر کے نئے دور کے آغاز کو بھی سفر نامے میں جگہ دیتے ھیں اسی طرح یورپی نظام تعلیم، مغربی عمارت سازی اور مصر میں بعض مغربی مظاھر کو

بھی عنوان بناتے ھیں اس کے ساتھ ساتھ مصر کے ادارہ جاتی نظم ونسق، عدالتی نظام، عسکری صلاحیتوں اور رجحانات کو بھی زیر بحث لاتے ھیں۔

ذیل میں ھم مصر اور قاھرہ سے متعلق مؤلف کی بیان کردہ معلومات کا احاطہ کرنے کی کوشش کرتے ھیں۔

4-1 باشند گاں مصر

مؤلف کے مطابق قاھرہ اور مصر میں عام طور پر تین طرح کے لوگ آباد ھیں عرب، ترک، اور قبطی چنانچہ ان لوگوں کی اولادیں ھیں جو اسلامی فتوحات کے زمانے میں یھاں آکر آباد ھو گئے تھے۔ ترک سلطنت عثمانیہ کے فتحمندوں کی اولادیں ھیں جو مصر پر قابض ھونے کے وقت یھاں آئے تھے۔ جبکہ قبطی لوگ قدماء مصر کی یادگار ھیں: عرب اور ترک مسلمان ھیں جبکہ قبطی اکثر عیسائی اور کچھ ان میں یھودی بھی ھیں۔ مگر انیسویں صدی کے بعد یھاں انگریز امریکی لوگوں کے علاوہ طرابلس، مراکش، تونس، سوڈان، شام، ایران اور بخارا کے علاوہ ھندوستان اور افغانستان کے لوگ بھی مصر اور قاھرہ میں نظر آنے لگ گئے تھے۔

1897ء میں ھونے والی آخری مردم شماری کے مطابق مصر میں 97 لاکھ 34 ہزار باشندے آباد تھے۔ جن میں 89 لاکھ 79 ہزار مسلمان، 7 لاکھ 30 ہزار عیسائی اور 25 ہزار یھودی ھیں۔ اور ان میں ایک لاکھ 12 ہزار غیر ملکی ھیں جنکی تعداد لارڈ کرور معتمد دولت انگریزی نے اپنی رپورٹ میں ذکر کی تھی۔

4-2 مصریوں کا تمدن

اس عہد میں خدیو مصر مغربی طرز عمارت پر زیادہ زور دیتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ بہت ساری اجناس کے لوگ آباد تھے، جن میں امیر وغریب اور مختلف ملکوں کے باشندے آباد تھے، اور مصری باشندے ثقافتی میلوں کا اہتمام بہت کرتے تھے، اور اس مرحلے میں خاص طور پر کلاسیکی اقدار کا مغربی اقدار سے کشمکش بھی واضح ہوئی، جس میں جدید اقدار کو قبول ملنا شروع ہوا۔

4-3 اخلاق وعادات

سفرنامے کے مطابق عام لوگوں میں عموما اور اھل حرفہ کی طبیعتوں میں خاص طور پر لالچ، خود غرضی اور کمینگی پائی جاتی ھے، پس روپیہ کمانے کی دھن سوار رھتی ھے۔ مسافروں کا مال ھضم کرنے اور انھیں دھوکا دینے ھی ذرا تأمل نھیں کرتے ھیں، پردیسیوں کا کسی سے جھگڑا ھو

جائے تو ھمیشہ دیسی کی تائید کرتے ھیں۔ مؤلف کے مطابق شروع میں مجھے لگا کہ یہ خصلتیں شاید سیاسی تغیرات اور علم و فضل کی کمی کے باعث ھیں لیکن ابن بطوطہ نے بھی آٹھویں صدی ھجری میں قاھرہ کی اسی دناءت طبعی کا ذکر کیا تھا[1]۔

اس شہر میں علماء فضلاء شریف وضع و عالی ھر قسم کے لوگ موجود ھیں اچھے برے، ثقہ و رند عقلمند بے وقوف، مسخرے اور متین مکار ھر طرح کے لوگ بکثرت نظر آتے تھے۔ امراء اور تعلیم یافتہ لوگوں کے اخلاق اچھے ہیں، گفتگو میں شائستگی، بڑوں کا لحاظ و ادب، چھوٹوں پر مہربانی وشفقت، عیب جوئی سے پرھیز اور نکتہ چینی سے نفرت ان کے مزاجوں کا حصہ ھے۔ خاص بات یہ ھے کہ قومی معاملات میں مدد کرتے ھیں کتابیں خرید کر تقسیم کرنا، لوگوں کو کام جاری کرادینا اور کبھی کبھی غریب لوگوں کی کم قیمتی چیزیں زیادہ قیمت پر بھی خرید لیتے ھیں[2]۔

4-4 مکانات

غرباء کے مکان تنگ و تاریک ھوتے ھیں جن میں زنانے مردانہ کا الگ سے انتظام نھیں ھوتا ھے۔ جبکہ متوسط اور اعلی طبقوں کے ھاں زنانہ و مردانہ مکان الگ الگ ھوتے ھیں اصحاب مقدور کے مکان بھت خوشنما، مزین اور آرائش میں بے مثال ھوتے ھیں۔ مطالعہ کے واسطے کمرے الگ اور خوابگاہ کے علیحدہ کمرے جو نھایت پر تکلف ھوتے ھیں۔ جن میں خوشی چھتریدار اور آھنی سھریاں کبھی رھتی ھیں جن کی قیمت عام طور پر تین چالیس روپے سے لیکر دو سو روپے تک ھوئی ھے۔ یھاں کے تمام مکانوں میں بلالحاظ امیر و غریب کے ایک خصوصیت ھوتی ھے کہ دروازے ھمیشہ بند رہتے ھیں۔ یھاں کے لوگ فرش پر بیٹھنے کے کم عادی ھیں۔ دیوار کے ساتھ لکڑی کی ایک لمبی بنچ لگی رھتی ھے۔ جن پر روئی کا گدا اچھا ھوتا ھے جسے مصری "دِ ِکہ" کھتے ھیں[3]۔

5-4 کھانے پینے کا طریقہ

کھانے پینے کا طریقہ مدت دراز سے یھی چلا آتا ھے کہ ایک گول میز بیچ میں بچھائی جاتی ھے جس میں مختلف قابیں رکھی ھوتی ھیں اور ساتھ خمیری روٹیاں اور قابوں میں مختلف اقسام کے سالن اور کھانے رکھے ھوتے ھیں اور سب لوگ مل کر ان قابوں سے کھاتے ھیں۔ جبکہ

---

[1] قال ابن بطوطه عن أهل مصر واصفًا: "وبها ما شئتَ من عالِمٍ وجاهل، وجادٍّ وهازل، وحليمٍ وسَفيه، ووضيع ونبيه، وشريف ومَشْروف، ومنكر ومعروف ... شبابُها يُجدُّ على طول العهد ... كريمةُ التربة، مؤنسةٌ لذي الغربة ..."

ابن بطوطہ نے اہل مصر کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ: اس میں عالم و جاہل، سنجیدہ و غیر سنجیدہ، حلیم الطبع و بے وقوف، گھٹیا و شریف اور اچھے و برے ہر طرح کے لوگ موجود ہیں... اس کے نوجوان وعدے کے پکے، شریف النفس اور اجنبیوں کے مونس ہیں۔ ابن بطوطه، تحفة النظار في غرائب الأمصار وعجائب الأسفار، قدم له وحققه: محمد عبد المنعم العريان، دار إحيار العلوم، بيروت، 1987م، ص54.

[2] سفرنامہ بلاد اسلامیہ، ص45

[3] سفرنامہ بلاد اسلامیہ، ص46

امراء میں یورپی فیشن کے مطابق ھر ایک کے اگے الگ رنگ کا برتن رکھا ھوتا ھے۔ سرکہ کے اچار کا عام طور پر رواج ھے جیسے "ترشی" یا "مخلل" کہا جاتا ھے[1]۔

6-4مردانہ لباس

مصر کے علما اور سوداگر عام طور پر ملکی لباس پہنتے ھیں اور سر پر ترکی ٹوپی رکھی ھوتی ھے، گلے میں نیچے اوپر دو عبائیں جن کے دامن ٹخنوں تک جاتے ھیں عبا کی آستیں بڑی ھوتی ھے۔ جبکہ نئی پود میں یورپی طرز کا لباس عام ھورھا ھے۔ جس کو یھاں کے لوگ "اَلا فرنکا" کہتے ہیں بہر حال جو چیز یورپین اور مسلمانوں مین فرق کرتی ھے وہ ترکی ٹوپی ھے۔ داڑھی منڈوانے کے لحاظ سے تو دونوں قومیں برابر ھیں۔ یھاں کے عیسائی بھی اسی طرز کا لباس پہنتے ھیں[2]۔

7-4زنانہ لباس

عورتوں کا لباس اس ملک کے قدیم رسم ورواج کو ظاھر کرتا ھے، ان کی پیشانی پر ایک سیاہ پٹی بندھی ھوتی ھے، گلے میں سیاہ رنگ کا ایک لمبا کرتا ھوتا ھے، جو ٹخنوں تک پہنچتا ھے چہرے پر ایک نقاب پڑی رھتی ھے۔ جو پردہ کے لحاظ سے برقع کا کام دیتی ھے۔ نئی زنانی پود میں بھی انگریزی لباس مروج ھوتا جاتا ھے۔ اور دن بدن ترقی پر ھے[3]۔

8-4شادی بیاہ کا طریقہ*

ھندوستان اور مصر کے شادی بیاہ میں تفاوت ھے مصریوں کے ھاں جب تک لڑکا روٹی کمانے کے لائق نہ ھو جائے شادی نھیں کرتے منگنی کے معاملات لڑکے کی ماں طے کرتی ھے۔ اگر تمام معاملات، اخلاق وعادات سے متعلق اطمینان ھو جائے تو "زعروط" کے طرز پر خوشی کا اظھار اور گانے گائے جاتے ھیں۔ آخر میں مردوں کے روبرو ساری روداد فقط پختگی کی غرض سے بیان کر دی جاتی ھے۔

---

[1] سفرنامہ بلاد اسلامیہ، ص47

[2] سفرنامہ بلاد اسلامیہ، ص48

[3] سفرنامہ بلاد اسلامیہ، ص49

* مصریوں کے جدید تمدن میں شادی کے رسم ورواج بعینہ وہی ہیں جو سفرنامہ نگار نے ذکر کئے ہیں۔ مزید جاننے کے لئے دیکھئے: ادوارد وليم لاين، عادات المصريين المحدثين وتقاليدهم، ترجمة: سهير دسوم، مكتبة مدبولي، القاهرة، الطبعة الثانية، 1999م، ص 173 اور اس سے آگے۔

مھر کا تعین ضروری ھوتا ھے، مھر جو بھی طے ھو اس کا نصف لڑکی کے باپ کو ضرور دینا ھوتا ھے زیادہ زیور بنانے کا یھاں رواج نھیں ھے، اگر نکاح منگنی کے وقت ھی ھو جائے تو اسی دن سے دلھن کا نان نفقہ دولھا کے ذمہ واجب ھو جاتا ھے اگرچہ دلھن میکے میں ھی کیوں نہ ھو[1]۔

برات کا نظام یوں ھے کہ دولھا اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ شام کو دلھن کے گھر جاتا ھے آگے باجا ھوتا ھے، پیچھے براتیوں کے ھاتھ میں کاغذی فانوس کی موم بتی ھوتی ھے جو روشنی کا کام دیتی ھے۔

براتی اور دولھا شام کو کھانا کھا کر گھروں کو چلے جاتے ھیں اور دوسرے دن والدین دلھن کو ایک بگھی میں سوار کر کے دولھا کے گھر بھیج دیتے ھیں۔

سب سے عجیب بات یہ عمل میں آتی کہ دلھن کی بکارت کا امتحان عورتوں کے مجمع میں کیا جاتا ھے اگر دولھا کی تھذیب مانع ھو تو یہ خدمت دائی کے ذریعے تکمیل پاتی ھے[2]۔

شادی کے بعد امور خانہ داری کا تمام انصرام بیوی کے ھاتھ میں ھوتا ھے، میاں کو فقط جیب خرچ ملتا ھے۔ طلاق کی رسم مصریوں میں معیوب نھیں سمجھی جاتی۔ کم ھی لوگ ھوں گے جنھوں نے ایک ھی شادی پر گزارا کیا ھو، البتہ امراء میں طلاق کی شرح کم ھے[3]۔

9-4 مجلس مولود

یھاں کے مسلمانوں میں ایک عام دستور ھے کہ ھر سال رسول اکرم (ص) کی ولادت باسعادت کی یادگار میں مجالس منعقد کرتے ھیں۔ مولود خانی کے خیموں کے احاطے میں باھر سڑک کے کنارے کھانے پینے کی دکانیں سجی ھوتی ھیں۔ ایک طرح پنڈولے موجود رھتے ھیں۔ نصاری تصاویر بیچتے ھیں۔ مصر میں آزادی اس قدر ہے کہ ایسی مشترک مجالس میں بھی شاھران بازاری اپنے خیمے لگائے ھیں۔ محفل رقص وسرود اور شراب کی دکانیں بھی ھوتی ھیں*۔ اسی طرح سلطان المعظم اور خدیوی مصر کی ولادت کے یوم پر تو بڑے تزک واحتشام کا اظھار ھوتا ھے[4]۔

---

[1] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص 51

[2] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص 52

[3] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص 53

* یہاں مؤلف کی معلومات ایڈورڈ ولیم کی کتاب کے مطابق نظر آتی ہیں، مزید دیکھئے: ادوارد وليم لاين، عادات المصريين المحدثين وتقاليدهم، سابقہ ماخذ، ص 459 اور اس سے آگے.

[4] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص 54-55

10-4 قھوہ خانے

مصریوں کو زندگی بسر کرنے اور دوستوں سے میل ملاقات کے واسطے قھوہ خانہ سب سے عمدہ جگہ ھے۔ لوگ صبح شام فرصت کے اوقات میں یھاں آکر بیٹھتے ھیں۔ جہاں چائے، حقہ نوشی اور شطرنج جیسی کھیلوں کا مکمل انتظام ھوتا ھے۔ اسی طرح سگریٹ نوشی، شیشہ یا نرگیلا کا بھی پورا دور چلتا ھے۔ متوسط درجے کے قھوہ خانے شھر کے اکثر اطراف میں موجود ھیں مگر اعلی درجہ کے قھوہ خانے بیشتر ازبکیہ میں ھیں[1]۔

11-4 تعلیم

قاھرہ میں علوم جدیدہ اور علوم قدیمہ کی الگ الگ درسگاھیں ھیں اور سب سے مشھور درس گاہ جامع ازھر ھے جو پوری دنیا میں علوم غربیہ واسلامیہ کا مرکز مانا جاتا ھے[2]۔

یھاں کے مدرس کو شیخ کہا جاتا ھے۔ اور مدرس اول کو شیخ الازھر جن کا مشاہرہ اس وقت ایک ہزار آٹھ سو روپے ھیں۔ شیخ الازھر کا منصب بڑا معزز سمجھا جاتا ھے[3]۔

دوسرے نمبر پر دار العلوم ہے جو علی پاشا مبارک کی تجویز سے قائم ھوا جس میں مختلف علوم کی تعلیم شامل ھے۔ جس میں صرف ونحو، منطق وحساب، تاریخ، جبر ومقابلہ، جغرافیا، حدیث وتفسیر، اور طبیعات وکیمیا وغیرہ علوم شامل ھیں۔

گورنمٹ مصر نے جدید تعلیم کے مدرسے بھی قائم کر رکھے ھیں جن کی دو قسمیں ھیں:۔

مدارس ابتدائی: جو پرائمری طرز کے ھیں۔

مدارس تجھیزی: جو انٹرنس کی مانند ھی اس کے علاوہ دیگر مدارس بھی ھیں جن میں

مدرسہ الطب (میڈیکل)

مدرسہ الحقوق (لاء)

مدرسہ المھندس خانہ (انجینئرنگ سکول)

مدرسہ الصنائع (آرٹ سکول)

مدرسہ توفیقیہ

---

1 سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص 57

2 سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص 62

3 سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص 65

مدرسہ خدیویہ[1]

4-12 اخبارات

مصری قوم نے جہاں اور ترقیاں کی ھیں وھیں اخبار نویسی کو بھی اعلی درجے پر پہنچایا ھے جن میں ھر طرح کے موضوعات کو زیر بحث لایا جاتا ھے کچھ شبہ نھیں ھے سہ گورنمنٹ مصر اخبارات کو مکمل آزادی عطا کرنے کے متعلق بڑی تعریف کی مستحق ھے۔ اس وقت قاھرہ میں چھوٹے بڑے ملا کر 50* کے قریب پرچے نکلتے ھیں[2]۔

4-13 مصر کا ملکی انتظام

اس وقت مصر کے حکمران خدیو عباس حلمی پاشا ھیں جو خاندان محمد علی کے ساتویں فرماں روا ھیں۔ خدیو مصر ملک کے اندرونی نظام میں مکمل آزاد ھیں چنانچہ انھوں نے عوامی بہبود کے لئے یورپ کے مھذب ملکوں کی طرز پر نظام حکومت ترتیب دے رکھا ھے۔ امور سلطنت کے لئے مختلف کمیٹیاں ترتیب دی ھوئی ھیں۔ جنھیں مجلس انتظام کہا جاتا ھے جو یھاں کی کیبنٹ کے مشابہ ھے۔ ھر کمیٹی کا امیر ناظر کہلاتا ھے۔
کمیٹیوں کی تفصیل یہ ھے[3]:-

نظارت خارجیہ، نظارت داخلیہ، نظارت مالیہ، نظارت حقانیہ، نظارت حربیہ، نظارت المعارف

4-14 فوجی خدمت

ھر بالغ نوجواں کے لئے فوجی خدمت ادا کرنا ضروری ھے۔ جس کے لئے مختلف استثناء بھی شامل ھیں۔ مثلا 30 روپے دے کر بری ھو جا سکتا ھے۔ اور اسی طرح مذھبی پیشواؤں کی اولادیں بھی اس سے بعض اوقات مستثنی ھوتی ھیں۔ عارضہ جسمانی یا خانگی معاملات کے تحت بھی استثناء مل جاتا ھے۔ تعلیمی اسباب کے پیش نظر بھی مستثنی کیا جاتا ھے[4]۔

---

[1] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص 72

* مؤلف نے مصر اور خاص طور پر قاہرہ کے اخبار اور جرائد کا ذکر کیا ہے، جن کی تعداد 50 بتائی ہے، جبکہ حقیقت میں ان کی تعداد اس سے زیادہ تھی جو اس وقت نکلتے تھے۔ مزید جاننے کے لئے دیکھئے: فيليب دي طرازي، تاريخ الصحافة العربية، المطبعة الأدبية، بيروت، 1994، ص 162-176 ؛ رسالوں کے نام: ص 174 سے 287 تک.

[2] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص 82-86

[3] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص 91

[4] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص 96

اس وقت مصری فوج میں 76 انگریز افسر اور 15153 سپاہی موجود ھیں- انگریز عہدیداروں کی اکثر شکایتیں سامنے آتی رھتی ھیں۔ اس کے علاوہ تین ہزار سپاھیوں کی ایک خاص فوج بھی قائم کی گئی ھے۔ جسے "جیش احتلال" یعنی قابض فوج کہتے ھیں۔ مصر کے پاس اس وقت کوئی جنگی جہاز نھیں ھے[1]۔

4-15 دیگر امور

انیسویں صدی کے شروع تک کچھ راستے اور نھریں یا نیل ھی آمدورفت کا ذریعہ تھا لیکن خدیو اسماعیل پاشا کے زمانے میں ریل، ڈاک اور تار کا نظام شروع ہو گیا تھا۔ ریل کی تمام مصری لائنیں گورنمنٹ مصر کی ملکیت ھیں۔ کام کرنے والے مصری باشندے ھیں مگر صدر مجلس انگریز، دوسرا فرانسیسی اور تیسرا مصری ھوتا ھے۔ تار برقی کا نظام بھی موجود ھے۔ اور بحری تار کا دفتر اسکندریہ میں ھے۔ جو یورپ سے نامہ وپیام کے لئے کام آتا ھے۔ اسی طرح ڈاک کا نظام بھی روزانہ کی بنیاد پر موجود ھے۔ مگر ھندوستان میں صرف منگل کو ڈاک آتی ھے[2]۔

-5-

سفرنامہ بلاد اسلامیہ میں استنبول* کی تصویر نگاری

سفرنامہ نگار اسکندریہ سے ترکی کی طرف عازم سفر ھوتا ھے، 15 مئی 1899ء کو ازمیر شہر پہنچتا ھے جس کی صفائی اور نظم ونسق کی خوب تعریف کرتا ھے۔ یہ ھومیرس شاعر کا وطن بھی ھے، اور تجارت کا مرکز ھے- یھاں کے کلیسا کا خوب وصف بیان کیا۔ پھر دردنیل اور اس کی تاریخی وعسکری اھمیت کو بیان کیا۔

بحر مرمرہ کی تعریف کرتے ھوئے جلیبولی اور رودسو کو بہترین مکانوں میں سے شمار کیا اور پھر بالآخر وہ قسطنطنیہ پہنچے۔ آبنائے باسفورس کا ذکر کیا پھر قسطنطنیہ کی تاریخ بیان کرتے ھوئے بتایا کہ یہ استنبول اور غلطہ دو شھروں کا خطہ ھے۔ سفرنامہ نگار یھاں کی ترقی، خوبصورتی اور صفائی سے متعلق خوب تعریف کی اور اس شہر میں مختلف مذاھب کے رھنے والے لوگوں اور مختلف عادات کے حامل افراد کا ذکر کیا۔

---

[1] سفرنامہ بلاد اسلامیہ، ص 97

[2] سفرنامہ بلاد اسلامیہ، ص 98-99-100

* قسطنطنیہ پر عربی میں لکھا قدیم ترین سفرنامہ سیدنا عبادہ بن صامت کا ہے اگر اس کو سفرنامہ کہا جاسکے تو اس کا مقصد سفارت کاری اور دعوت دین تھا؛ مزید جاننے کے لئے دیکھئے: ياقوت الحموي، معجم البلدان، بيروت، دار صادر، د.ت، الجزء الثالث، ص 61-62. استنبول پر اردو میں لکھے جانے والے سفرناموں کے لئے دیکھئے: اظہر علی سید، اردو میں ترکی کے سفرنامے تھذیب وثقافت کے تناظر میں، معارف مجلہء تحقیق، (جولائی-دسمبر) 2015ء.

استنبول کی آب وھوا اور آبادی سے متعلق سفر نامے میں بتایا اور یہ کہ اس وقت استنبول میں 500 مساجد ھیں، پھر دینی مکاتب اور جدید سکولوں کا ذکر کیا، صوفیا کے تکیوں کا ذکر کیا جو اس وقت 300 کے قریب پہنچ چکے ھیں، 200 غسل خانے موجود ھیں، جو مصر کے مقابلے میں زیادہ بھتر ھیں اور ترکی کے سمندر کے کنارے منفرد غسل خانوں (حمام) کا بھی ذکر کیا۔

قاھرہ اور استنبول کی ھوٹلوں کا بھی موزانہ کیا۔ پھر ترکی کی ٹرام کا ذکر کیا۔ مگر یہ بتایا کہ مصر میں موجود ٹرام یھاں سے بھتر ھے۔ یھاں کی بود وباش، وسائل مواصلات اور مختلف نسلوں کی آبادی کے ساتھ ساتھ قدرتی مناظر اور عالیشان محلات کی خوبصورتیوں کو عمدہ طریقہ سے اپنا موضوع بنایا۔

سلاملق کا خاص طور پر ذکر کیا کہ یھاں وہ سلطان عبد الحمید کے جلوس کی زیارت کرنا چاھتا تھا۔ اور وہ مسجد حمیدیہ میں جھاں جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے، وھاں انھیں دیکھنا بھی چاھتا تھا چنانچہ وھاں کے امام مسجد نے ان کے ساتھ تعاون کیا، جس کی بدولت اپنی اس سلاملق جلوس کی کافی معلومات دستیاب ھوئیں۔

مسجد آیاصوفیہ کا تفصیل سے ذکر کیا اور عام طور پر استنبول کی مساجد کا بھی ذکر کیا، پھر سیاحتی مقامات کو بھی ایک ایک کر کے بیان کیا جن میں "آت سکوائر، کسنی قلعہ" میوزیم کے ساتھ ساتھ صحابی جلیل ابو ایوب انصاری کے مزار کو بھی اپنا موضوع بنایا۔ اور اسی طرح تکیہ ھندی، مولوی تکیہ، قادری اور رفاعی تکیہ وغیرہ پر بھی سیر حاصل بحث کی۔

1-5 ترکوں کا تمدن

سفر نامہ نگار نے ترک تھذیب وثقافت کو بھی موضوع بحث بنایا۔ جس میں ان کی طرز بود وباش رھن سھن اور عادات واخلاق کا بھی ذکر کیا ھے۔ اور بتایا کہ اکثر ترکی باشندے مغربی طرز کا لباس پہنتے ھیں۔ تعلیم سے متعلق سفر نامہ نگار کا کھنا ھے کہ یھاں دینی تعلیم کی حفاظت کے ساتھ جدید تعلیم سے متعلق بھی انقلابی اقدام اٹھائے گئے ھیں۔ اور یھاں عربی زبان کا زیادہ رواج نھیں ھے۔ اور یہاں کے نظام مدارس میں تین مراحل ھیں، مکاتب ابتدائی۔ مکاتب رشدی**۔ مکاتب اعدادی۔ تمام مراحل کا تفصیل سے ذکر کیا ھے۔ پھر انجینئرنگ، بحری تعلیم، صنعت وحرفت (آرٹ سکول)، زبانوں کی تعلیم پہ بھی سیر حاصل بحث کی۔ پھر تین کالجز کا بالخصوص ذکر کیا جن میں یورپی زبانیں سکھائی جاتی ھیں۔ جن میں حربی، ملکی اور سلطانی کالجز شامل ھیں۔

** 1869ء میں ترکی کے نظام تعلیم پر ایک تنظیمی لائحۂ عمل صادر ہوا، جس کے مطابق ہر اس گاؤں میں مدرسۂ رشدی بنایا جائے جس میں 500 خاندان رہتے ہیں، جس میں مدت تعلیم 4 سال مقرر ہوئی، 1876 میں جن کی تعداد 423 تھی، مزید دیکھئے: أكمل الدين إحسان أوغلي، الحياة التعليمية والعلمية وأدبيات العلوم عند العثمانيين، کتاب کا ایک مضمون: الدولة العثمانية تاريخ وحضارة، سابقه ماخذ، ج 2، ص536-537.

اس طرح مدرسہ عشائر عربوں کے لئے بنایا گیا تھا اور دار الشفقہ کے نام سے یتیموں کا مدرسہ بھی قائم کیا گیا تھا۔ اور اپنی گفتگو کے دوران ترکی میں موجود ھندوستانی طلبہ کا بھی ذکر کیا ھے۔ پھر لائبریریز کا ذکر کرتے ھوئے استنبول سے نکلنے والے اخبارات کا ذکر کیا۔ مگر مصنف کے مطابق فارسی زبان میں کوئی اخبار نھیں نکلتا تھا[1]۔ ایک اخبار "المعلومات" کے نام سے عربی زبان میں نکلتا تھا۔ پھر تفصیل کے ساتھ ترکی حکومت اور سلطنت عثمانیہ کا ذکر کیا اور سلطان عبد الحمید ثانی کے اصول کا تفصیل سے ذکر کیا ھے۔ جنھوں نے کئی ایک رفاھی کام کئے اور اس کے ساتھ ساتھ ترکی کے ادارہ جاتی نظم و نسق کا بھی ذکر کیا۔

ترکی کی فوج کا اور عالم اسلامی کے لیے اس کی اھمیت کو بھی اپنے سفر نامے کا موضوع بنایا اور سب مسلمانوں کو اس بات کی دعوت دی سہ وہ سلطان معظم کی فوج کی حمایت و مدد کریں کیونکہ اس فوج نے لمبے عرصے تک مسلمان اور اسلام کی خدمت کی ھے۔ اور عالم اسلامی کو بڑی مدت تک تقسیم ھونے سے بچائے رکھا ھے۔

ذیل میں ھم سفر نامہ بلاد اسلامیہ میں ترکی سے متعلق وارد ھونے والی چیدہ چیدہ معلومات کا ذکر کریں گے:

5-2 استنبول کی آبادی*

استنبول اور غلطہ دونوں کی آبادی ملا کر کوئی بارہ لاکھ کے قریب ہے جس میں مسلمان، عیسائی** اور یھودی سب قوموں کے لوگ آباد ھیں۔ مسلمانوں کی آبادی دیگر قوموں کی مقابلے میں غالبا دو تہائی ھے[2]۔

[1] انیسویں صدی کی آخری دہائی میں سلطنت عثمانیہ میں عرب آبادی موجود تھی، مگر مؤلف کا یہ کہنا کہ صرف ایک مجلہ معلومات کے نام سے نکلتا تھا، یہ حقیقت کے برعکس ہے، کیونکہ ایک ماہانہ مجلہ "الحقوق" کے نام سے عربی اور ترکی زبانوں میں نکلتا تھا، جسے ڈاکٹر الیاس مطر نکالتے تھے، جبکہ 1900 اور 1901 کے دوران ایک یومیہ مجلہ ترکی میں نکلتا تھا، اور ہفتے میں دو مرتبہ عربی زبان میں نکلتا تھا، جسے طاہر بیگ نکالا کرتے تھے۔
Ahmet KANKAL: XX. YÜZYILIN BAŞINDA İSTANBUL'DA YAYIMLANAN GAZETELER ,Sosyal Bilimler Araştırma dergisi, Eylül 2008, Sayı 12, s230.

* سفر نامہ نگار نے اس وقت میں آبادی کا بڑی باریکی سے ذکر کیا ہے؛ استنبول، غلطہ اور ازمیر میں آبادی کی بڑھوتری کا تناسب زیادہ ہے. مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: بهاء الدين يدي يلديز، المجتمع العثماني، مضمون کا عنوان: الدولة العثمانية تاريخ وحضارة، إشراف وتقديم أكمل الدين إحسان أوغلي، ترجمة صالح سعداوي، ارسيكا، استانبول، 1999م، ص613.

** تاریخی ذرائع کے مطابق غلطہ کی اکثر آبادی عیسائی تھی، جس کی وجہ سے مسلمان اور یہودی وہاں سے ہجرت کر گئے، 1885ء میں غلطہ کی آبادی 8 لاکھ 73 ہزار تھی، دیکھئے: فيليب مانسل، القسطنطينية المدينة التي اشتهاها العالم(1453-1924)، سلسلة عالم المعرفة، العدد 427، أغسطس 2015، الجزء الثاني، ص100.

[2] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص129

5-3 مساجد

اس شہر میں مساجد کی تعداد 500 ھے جو عموماً بہت خوشنما اور عالیشان ھوتی ھیں اور یہ سلاطین استنبول کی یاد تازہ کراتی ھیں۔ ان سب میں زیادہ مشہور مسجد آیا صوفیہ اور سلطان حسن ھیں[1]۔

5-4 مدارس: استنبول میں دینی اور دنیاوی تعلیم کے کئی مدارس ھیں۔ جن میں جدید تعلیم 500 مدارس اور قدیم تعلیم کے پونے دو سو کے قریب مدارس ھیں[2]۔

5-5 کتب خانے

مشرقی علوم کی قلمی اور نایاب کتابوں کا عظیم الشان ذخیرہ چوالیس کتب خانوں میں دستیاب ھے، بعض کتب خانوں میں ایسی عدیم النظر کتابیں ھیں کہ بلاد اسلامیہ میں شاید ھی ان کا دوسرا نسخہ مل سکے[3]۔

5-6 تکیے

ارباب طریقت اور مختلف ملکوں کے مسافروں کے آرام و آسائش کے واسطے تین سو سے زائد تکیے اس شہر موجود ھیں، جن کے اخراجات کی تعداد امرائے قسطنطنیہ کی فیاضی کی زندہ مثال ھے[4]۔

5-7 حمام

استنبول میں 200 کے قریب حمام ھیں جن میں اکثر نفیس اور بہت شاندار ھیں غسل اور خدمت کے طریقے مصر میں تھے وہ یھاں بھی پائے جاتے تھے۔ مگر برھنہ غسل کی بدعات یھاں نہ تھیں، البتہ یھاں کچھ ناشائستہ حرکات آتی ھیں۔ جن کی اصلاح بہر حال کی جانی چاہیئے۔ ان میں غسل کرنا کئی ایک بیماریوں کے علاج کے لیے بہت مفید ھے[5]۔

5-8 ھوٹل

---

1 سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص129

2 سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص129

3 سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص130

4 سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص130

5 سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص130

استنبول میں مختلف ملکوں کے باشندے بکثرت نظر آتے ھیں ان ھی کے واسطے مختلف ھوٹل، لوکندے اور خانات موجود ھوتے ھیں، ھوٹلوں میں کھانے اور شب باشی دونوں کا پورا انتظام ھوتا ھے۔ یھاں کے ھوٹل مصر کی نسبت زیادہ صاف اور بھتر ھیں۔ ترکی کے ھر خانے کے ساتھ ایک قھوہ خانہ بھی ھوتا ھے۔ اور یھی بات مصر کے خانوں کے مقابلے میں زائد ھے [1]۔

5-9 اخلاق وعادات

ترکی انتھا درجے کے بامروت، بااخلاق اور مسافر نواز ھیں، وہ غیر قوموں سے برادرانہ اور مساوات کا برتاؤ کرتے ھیں۔ غرور، نخوت اور خودبینی جیسے الفاظ سے وہ نا آشنا ھیں۔ کوئی بھی سلیم الطبع آدمی عیسائی بھی اگر استنبول بھی جائے تو وہ ترکوں کے بارے میں غلط خیالات کی تردید ضرور کرے گا [2]۔

قلی کے ساتھ اگر جھگڑا ھو جائے تو ترک لوگ مسافر کا ساتھ دیتے ھیں اور زیادہ اجرت لینے سے منع کرتے ھیں۔ حالانکہ مصر میں معاملہ اس کے برعکس ھے۔ مسافروں کی ھر ضرورت کا مکمل خیال رکھتے ھیں۔ اور ملاقاتیوں کے کھانے کے علاوہ ان کی شب باش کا بھی مکمل انتظام کرتے ھیں، مھمانوں کی روانگی کے وقت منزل مقصود تک کا زادراہ بھی دیتے ھیں [3]۔

5-10 مکانات*

ترکی کے مکانات یورپ وایشیا کے ایک مخلوط نمونے پر بنے ھوئے ھیں جن میں بیٹھک، مطالعہ کرنے، کھانے، پینے، اور سونے کے کمرے علیحدہ علیحدہ ھوتے ھیں۔ فرش بھت عمدہ اور قالینوں سے آراستہ ھوتے ھیں۔ مصریوں کے برخلاف بوٹ پھن کر فرش یا قالین پر جانا ان کے یھاں معیوب ھے۔ یھاں کے مکانوں میں لکڑی کا خاص اھتمام ھوتا ھے۔ یھاں آگ بجھانے کے لیے ترکی حکومت نے بہت بھترین انتظام کیا ھوا ھے [4]۔

---

[1] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص131

[2] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص154

[3] سا سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص155

* مؤلف کے سفر کے دورانیے میں اکثر گھر حرملک اور سلاملق دو منزلوں پر مشتمل ہوتے تھے، اور گھروں کی ڈیزائننگ مالکان کی مالی حیثیت کے اعتبار سے مختلف ہوتی تھی، مالداروں کے گھر دارہ کہلاتے تھے، اور بیت الخلاء گھروں سے الگ ہوتے تھے، اور ان میں نوکروں اور باورچیوں وغیرہ کے کمرے بھی الگ سے بنے ہوتے تھے۔

Erol Özbilgen :Osmanlılar'da , Güldelik hayat,Osmanlı Ansiklopedisi, İz yayıncılık, ist; 1996. 2cilt,s.251

[4] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص156

5-11 کھانے کا طریقہ

ترکوں میں کھانے کا طریقہ مصریوں کی طرح ھے۔ جبکہ امراء انگریزی فیشن کے مطابق کھانا الگ الگ برتنوں اور چھری کانٹوں کے ساتھ کھاتے ھیں[1]۔

5-12 لباس

ترکوں کا لباس اھل یورپ کی مانند ھے**، اگر پھندنے دار ٹوپی ان کے سروں پر نہ ھو تو بالکل یورپی معلوم ھوں۔ مشائخ اور علماء عمومی طور پر "جبہ" پہنتے ھیں۔ اور ٹوپی پر "لفہ" باندھتے ھیں۔ یھاں کی خواتین گھروں میں عام طور پر یورپی لباس پہنتی ھیں مگر باھر جاتے وقت ایک ڈھیلا ڈھالا اور لمبا سا گاؤن کپڑوں کے اوپر اوڑھ لیتے ھیں۔ چہرے پر ایک باریک رومال نقاب کا کام دیتا ھے۔ آنکھیں البتہ کھلی ھوتی ھیں۔ ترک عورتیں شرعی پردے کی پابند ھیں مگر سودا سلف خریدتی ھیں اور سیر گاھوں میں بے تکلف جاتی ھیں۔ سلطان معظم نے گلیوں، بازاروں میں مردوں سے بات کرنے پر پابندی لگا رکھی تھی۔ ترک خواتین کی تعلیم و تربیت کا بھی خاص اھتمام کرتے ھیں[2]۔

5-13 قھوہ خانے

ترکوں سے میل ملاقات پیدا کرنے، ان کی اطوار و عادات سے شناسائی کے لیے اور استنبول کے حالات جاننے کے لیے سب سے عمدہ ذریعہ قھوہ خانے ھیں۔ جن میں صبح، شام ہر طرح کے لوگ موجود ھوتے ھیں۔ سب سے بہترین قھوہ خانے سمندر کے کنارے واقع ھیں۔ یھاں بھی چائے، قھوہ سگریٹ نوشی، مطالعہ اخبارات اور شطرنج جیسی تمام سھولیات دستیاب ھوتی ھیں۔ البتہ یھاں سیاسی معاملات پر گفتگو کی آزادی مصر کی طرح نہیں ہے[3]۔

---

[1] سفرنامہ بلاد اسلامیہ، ص157

** مغرب سازی کا عمل ترکی میں 1826 کو شروع ہوا، جس کے نتیجے میں عورتوں اور مردوں کے لباس میں کافی تبدیلی واقع ہوئی، اور وہ مغرب کی نقالی کرنے لگے، سلطان محمود ثانی سے پہلے کے زمانے سے چلی آتی عادتیں بدلنے لگیں، جبکہ سلطان عبدالمجید نے عورتوں کو آزادیاں دیں جس پر لباس اور مردوں سے باتیں بغیر حدود قیود کے ہونے لگیں، مزید دیکھئے: فيليب مانسل، القسطنطينية المدينة التي اشتهاها العالم(1453-1924)، سابقہ ماخذ، ص 57 و64 و 69.

[2] سفرنامہ بلاد اسلامیہ، ص160،159،157

[3] سفرنامہ بلاد اسلامیہ، ص161

14-5 ملکی انتظام

سلطنت ترکی کا انتظام اس مجلس کے پاس ھوتا ھے جس کے ممبر تعلیم یافتہ، روشن خیال اور سیاسی معاملات سے باخبر ھوتے ھیں۔ اور سلطان معظم کی زیر نگرانی کام کر رہے ھیں۔ اس کونسل کے دس رکن ھیں، جن کے عہدوں کی نام حسب ذیل ھیں:۔

صدر المعظم، شیخ الاسلام، سر عسکر پاشا، ناظر بحریہ، ناظر داخلیہ، ناظر خارجیہ، ناظر عدلیہ، ناظر اوقاف، ناظر معارف، ناظر امور، اور اس کے علاوہ پولیس، تعلیم، تعمیرات کا ایک نظم ونسق موجود ھے۔ یھاں عدالتوں کا نظام بھی عمدہ طور پر کام کر رھا ھے جس کی درج ذیل مختلف قسمیں ہیں[1]:۔

1- محاکم شرعیہ 2- محاکم نظامیہ 3- محاکم قونصلیہ

15-5 عسکری صلاحیتیں

ترک فوج کی تعداد اس وقت 12 لاکھ بیان کی جاتی ھے، سلطنت عثمانیہ میں ہر بالغ مسلمان پر جنگی خدمت لازم ھے۔ البتہ غیر مسلم قومیں جنگی خدمت سے مستثنیٰ ھیں۔ اس فوج کے سپاہی ترک سلطان کو اپنا آقا، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جانشین اور خادم حرمین شریفین سمجھ کر ہر لڑائی کو مذھبی لڑائی سمجھتے ھیں[2]۔

16-5 دیگر امور

اسی طرح ترکی میں ریل، ڈاک اور تار کا بہترین نظام موجود ھے جس میں وسعت جاری ھے۔ اور خشکی اور تری کے دور دراز حصوں کی خبریں تار کے ذریعے دار الخلافت تک پھنچتی رھتی ھیں۔ ڈاک کا نظام ترکی میں خوب ترقی پر ھے۔ ڈاک رات دن تقسیم ھوتی رھتی ھے[3]۔

---

[1] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص183، 182، 181، 178

[2] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص184، ص186

[3] سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ص187، 188

-6-

سفر نامہ بلاد اسلامیہ میں قاہرہ اور استنبول کا موزانہ

سفر نامہ نگار جناب عبد الرحمن امر تسری نے جابجا اپنے سفر نامے میں مصر اور ترکی کا موزانہ قائم کیا ہے۔ جس میں طرز بود باش، عادات واخلاق، رھن سھن وغیرہ شامل ھیں۔

عادات واخلاق پر بات کرتے ہوئے سفر نامہ نگار ترکوں کو مصریوں سے نسبتاً زیادہ ملنسار اور وضعدار بتاتے ھیں۔ اور یہ کہ ترک مسافروں اور مہمانوں کا بھت خیال رکھتے ھیں۔ جبکہ مصری مسافروں کے مقابلے میں اپنے لوگوں کا ساتھ دیتے ھیں، چاھے وہ غلط ھی کیوں نہ ھوں اسی طرح مصری مسافروں کے ساتھ دھوکہ دھی اور غلط بیانی بھی کر جاتے ھیں، مگر ترک ایسے نھیں ھیں۔

اسی طرح طرز رھن سھن پر بات کرتے ہوئے وہ ترکوں کو نفیس اور صفائی پسند بتاتے ھیں۔ جیساکہ گلی کوچوں اور ھوٹلوں میں ترکی کے اندر مصر کے مقابلے میں صفائی اور نفاست کا بھترین انتظام ھے، اور گھروں کے اندر بھی ترک بہت نفیس زندگی گزارتے ھیں، قالینوں اور فرشوں کی صفائی کا خاص اھتمام کرتے ھیں۔ جبکہ مصری ایسا نھیں کرتے ھیں۔

سیاسی وسماجی مسائل میں مصری عوام ترکوں کی بنسبت زیادہ آزاد ھیں۔ جیساکہ ترک خواتین گلی گوچوں اور بازاروں میں مردوں سے آزادی کے ساتھ گفتگو نھیں کر سکتی ھیں۔

کھانا کھانے کے حوالے سے ترکوں کا طریقہ مؤلف کے مطابق مصریوں ھی کی طرح ھے۔ مگر ترک نانبائی مصریوں کے برعکس، مصری، ایرانی، فرنگستانی تینوں وضع کے کھانے بناتے ھیں۔ نہ کہ مصر کی طرح صرف ایک ھی طرز کا کھانا دستیاب ھوتا ھے۔

اس کے علاوہ وہ ذکر کرتے ھیں کہ ترکی مستورات علمی قابلیت اور انتظام خانہ داری میں مصری عورتوں سے بدرجہا بڑھی ھوئی ھیں۔

نظام تعلیم پر بحث کرتے ہوئے ازھر کے نظام تعلیم کو زیادہ بہتر بتاتے ھیں، جھاں عربی پر خاصا زور دیا جاتا ھے۔ جبکہ ترکی میں ایسا نھیں ھے۔ اور ازھر کے طالب علموں کی معاش اور مکانات مسکونہ کی کیفیت استنبول کے مدرسوں اور طالب علموں کی زندگی سے بہت بہتر ھے۔

اس کے علاوہ ترکی کا ادارہ جاتی نظم ونسق مصر کی نسبت مختلف ہے، جس میں عہدوں اور فرائض منصبی کی تفصیل مختلف ھے۔

-7-

نتائج بحث

۔ حرمین شریفین اور مصروترکی ھندوستانی سیاحوں کی خاص توجہ کا مرکز تھے۔ اور ھندوستانی سیاح حافظ عبد الرحمن امرتسری کا یہ سفر نامہ بلاد اسلامیہ انیسویں صدی کے اواخر میں مصروترکی کے حالات پر ایک تفصیلی اور اھم ترین تاریخی دستاویز ھے۔

۔ مصر اور ترکی میں جدید وقدیم تعلیم کے مختلف رنگ جمع ھیں اور مصر میں ازھر شریف علم و تعلیم کا بھت بڑا سرچشمہ ھے، جس میں اسلامی وعربی علوم تمام دنیا کے طلباء کو پڑھائے جاتے ھیں۔ مگر سفر نامہ نگار کے نزدیک کچھ جمود اور عصری معاملات تک کماحقہ رسائی میں کچھ کمی باقی ھے۔ ترکی میں مصر ھی کی طرح کانظام تعلیم ھے، ہاں استنبول میں کچھ اختصاصی کالجز بنسبت مصر کے زیادہ ھیں۔

۔ حکومتی نظم ونسق اور مناصب ترکی اور مصر میں باھم مختلف ھیں۔

۔ سفر نامہ نگار نے ترکی ومصر کو سیاحوں کے خاص اھتمام کرنے، تاجروں کے حقوق، غیر ملکیوں کی خاص عنایت اور ان کی املاک واموال کی حفاظت کرنے کی تعریف کی ھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ترکوں کے اخلاق ومروت کو خراج تحسین پیش کیاھے۔

۔ مؤلف نے کئی مقامات پر مصر اور ترکی کا موازنہ کیاھے جس میں اکثر موضوعات پر ترکی کو مصر سے بہتر بتایاھے۔ مگر ترکی میں مغربیت کی زیادتی پر خاص تنقید کی ھے۔ اور بعض عادات کی وجہ سے سفر نامہ نگار کو خاصا صدمہ پہنچاہے، اگرچہ وہ پہلے سے اس پر ایک متعین رائے رکھتے ھیں۔

۔ سفر نامہ نگار نے عورت کے صرف ظاھری وضع قطع پر گفتگو نھیں کی، بلکہ مصری وترکی معاشرت میں اس کے .اثر رسوخ اور کردار کو بھی خاص طور پر بحث کا موضوع بنایاھے۔

۔ مؤلف نے بعض عوامی مناسبات خاص طور پر محافل میلاد اور قبروں کی تقدیس وغیرہ کو تنقید کانشانہ بنایاھے۔ اب چاھے۔ یہ مصری رسم ورواج میں شامل ھو یافاطمی عھد کی باقیات ھوں سفر نامہ نگار کے نزدیک یہ اسلامی مبادیات سے میل نھیں کھاتی ھیں۔

۔ ھندوستانی سیاح نے اپنے سفر نامے میں جو مصری وترکی عوام کی تصویر نگاری کی ھے۔ وہ کوئی پہلے سے متعین تصویر نہیں ھے بلکہ مصری وترکی عوام کے ساتھ میل جول کے نتیجے میں ابھری ھے۔ کیونکہ انھوں نے مصر میں ایک سال اور اتناھی عرصہ ترکی میں گزاراھے۔

۔ سفر نامہ نگار نے سلطان معظم کی شاھی سواری اور سلطان عبد الحمید کے کارناموں اور ان کی اصلاحی تحریک کو تعریف کی نظر سے دیکھاھے

۔

۔ عبد الرحمن امرتسری کا یہ سفر نامہ اپنے اسلوب نگارش میں اسلامی تہذیب کا ایک خلاصہ ھے۔ جو ترکی، مصر اور ھندوستان کی تہذیبوں کے باھمی تعامل کے نتیجے میں صفحہ قرطاس پر ابھر کر سامنے آتاھے، اگرچہ سفر نامہ نگار اسلامی مزاج کے حامل ھیں جو ان کے عقیدے سے باھم مربوط ھے۔ جن سے بعض نکات کے ساتھ اختلاف اور بعض سے اتفاق کی گنجائش بہر حال رھتی ھے۔

کتابیات

عربی

1-ابن بطوطه، تحفة النظار في غرائب الأمصار وعجائب الأسفار، قدم له وحققه: محمد عبد المنعم العريان، دار إحيار العلوم، بيروت، 1987م،

2-ادوارد وليم لاين، عادات المصريين المحدثين وتقاليدهم، ترجمة: سهير دسوم، مكتبة مدبولي، القاهرة، الطبعة الثانية، 1999م

3- حسين محمد فهيم، أدب الرحلات، سلسله عالم المعرفه، الكويت، 1978م

4-الدولة العثمانية تاريخ وحضارة، إشراف وتقديم أكمل الدين إحسان أوغلي، ترجمة صالح سعداوي، ارسيكا، استانبول، 1999م

5- سمير عبد الحميد نوح، الجزيرة العربية في أدب الرحلات الأردي، سلسله آداب الشعوب الإسلامية، جامعة الإمام الرياض، 1991م.

6- سيد حامد النساج، الرحلة قديمًا وحديثًا، مكتبة غريب، القاهرة، (د-ت)

7-فردوس أحمد بت، أهمية أدب الرحلات من الناحية الأدبية، مقال منشور في مجلة اللغة الإصدار الالكتروني بتاريخ 1 إبريل 2016.

8-فؤاد قنديل، أدب الرحلة في التراث العربي، الدار العربية للكتاب، القاهرة، ط2، 2002.

9-فيليب دي طرازي، تاريخ الصحافة العربية، المطبعة الأدبية، بيروت، 1994

فيليب مانسل، القسطنطينية المدينة التي اشتهاها العالم (1453-1924)، سلسلة عالم المعرفة، العدد 427، أغسطس 2015،

10-مجدي وهبة وكامل المهندس، معجم المصطلحات العربية في اللغة والآداب، مكتبة لبنان، بيروت، 1984م

11- محمد بن سعود بن عبد الله، موسوعة الرحلات العربية والمعربة والمخطوطة والمطبوعة، الفاروق للطباعة والنشر، القاهرة، 2007

12-محمد بن سعود بن عبد الله، موسوعة الرحلات العربية والمعربة والمخطوطة والمطبوعة، الفاروق للطباعة والنشر، القاهرة، 2007م.

13-ناصر عبد الرازق الموافي، الرحلة في الأدب العربي حتى نهاية القرن الرابع الهجري، دار النشر للجامعات، القاهرة،

14-ياقوت الحموي، معجم البلدان، بيروت، دار صادر، د.ت

اردو

15-ابوالامتیاز ع س مسلم، سفرنامہ محبوبیہ، القمر انٹرپرائزز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، انجمن ترقی اردو، لاهور، 2004ء

16- اصغر عباس، سر سید کا سفر نامہ مسافران لندن، مع تازہ اضافوں، مقدمہ فرہنگ اور تعلیقات، ایجیو کشنل بک ھاوس، علی گڑھ، 2009ء

17- اظہر علی سید، اردو میں ترکی کے سفر نامے تھذیب وثقافت کے تناظر میں، معارف مجلہء تحقیق،(جولائی- دسمبر)2015ء

18- انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ، عالمی میڈیا پرائیوٹ لیمیٹڈ، دھلی، 2014ء

19- خالد محمود، اردو سفر ناموں کا تنقیدی مطالعہ، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئ دھلی، 2011ء

20- شبلی نعمانی، سفر نامہ روم و مصر وشام، مطبع تحفہ جنت، دھلی، 1916ء

21- شیخ عبد القادر، مقام خلافت، لاھور، 1920ء، ص 11

22- صدف فاطمہ، خواتین کا سفر ناموں کا فنی ومشاھداتی مطالعہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، شعبہ اردو، جامعہ کراچی، 2007ء

23- عبد الرحمن امرتسری، سفر نامہ بلاد اسلامیہ، ج 1، ملک سراج الدین اینڈ سنز، تاجران کتب، کشمیری بازار، لاھور، 1961ء، ص (د)

24- قدسیہ قریشی، اردو سفر نامے انیسویں صدی میں، فوٹو آفیسٹ پرنٹرز، دھلی، 1987ء

25- محمد اسماعیل پانی پتی، سر سید احمد خان کا سفر نامہ لندن، پبلیکشنز ڈوپڑن، دھلی، 2009ء

26- مرزا حامد بیگ، اردو سفر نامے کی مختصر تاریخ، اورینٹ پبلشرز، لاہور، 1999ء

27- یوسف خان کمبل پوش، عجائبات فرنگ (تاریخی یوسفی)، نولکشور، لکھنؤ، 1873ء

ترکی

28- Ahmet KANKAL, XX. Yüzyılın Başında İstanbul'da Yayımlanan Gazeteler, Sosyal Bilimler Araştırma Dergisi, Eylül 2008, Sayı 12, s230.

29- Erol Özbilgen, Osmanlılar'da Gündelik Hayat, Osmanlı Ansiklopedisi, İz yayıncılık, İstanbul 1996. 2 cilt, s.251.